لکھنؤ

تعمیرِ حیات

پندرہ روزہ

جسم سے نسب چلتا ہے، روح سے نسبت

ہر انسان کے ساتھ جسم ہے اور روح ہے، جسم کے ساتھ جسمانی چیزیں وابستہ ہیں اور روح کے ساتھ روحانی چیزیں وابستہ ہیں، جسم سے نسب حاصل ہوتا ہے اور روح سے نسبت حاصل ہوتی ہے، اس لیے کہا گیا ہے کہ نسب بھی صحیح ہونا چاہیے اور نسبت بھی، میاں بیوی صحیح رہیں گے تو نسب صحیح ہوگا اور اچھے لوگوں کی صحبت مل گئی تو نسبت صحیح ہوگی، لیکن دونوں کے آداب ہیں کہ نکاح صحیح ہو اور نکاح کے جو شرائط ہیں یعنی گواہ کا ہونا، اعلان ہونا وغیرہ، یہ شرائط پوری ہوں اور پھر میاں بیوی صحیح ہوں، تندرست ہوں پھر ان شاء اللہ اولاد ہوگی، اس سے صحیح نسب چلے گا، لیکن اگر نکاح نہ کرے تو ظاہری طور پر یہ سلسلہ تو چل رہا ہے لیکن نسب منقطع ہو جائے گا۔ ایسے ہی نسبت حاصل کرنے کے لیے صحبت ہونی چاہیے، اور اگر ذرا غور کریں تو معلوم ہوگا کہ اگر مرد صحیح ہے تو اس سے بیوی کو نسب ملے گا اور مرد اللہ والا ہے تو اس سے بیوی کو نسبت ملے گی، اس طرح دونوں چیزیں جمع ہو جائیں گی۔

تو معلوم ہوا کہ میاں بیوی کو بھی اچھا ہونا چاہیے، اور اس کے ساتھ ماں باپ کو بھی اچھا ہونا چاہیے کہ ان کی صحبت میں بچے رہتے ہیں، بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو ماں کی گود میں ہوتا ہے اور اس کے بعد باپ کے ساتھ رہنا ہوتا ہے، ماں باپ اچھے ہوں گے تو بچہ اچھا پروان چڑھے گا، اس کی صحیح تربیت ہوگی، باپ کے لیے بچوں کی تربیت کی فکر کو ایک صاع صدقہ کرنے سے بہتر بتایا گیا ہے پھر اگر اچھے دوست ہوں گے تو ان کی اچھائی منتقل ہوگی، جو صحبت میں جتنا کامل ہوگا اس کی نسبت اتنی ہی قوی ہوگی اور تندرستی کے اعتبار سے جو جتنا کامل ہوگا اس کا بچہ اتنا ہی تندرست ہوگا، دونوں چیزیں ایسے ہی ساتھ چلتی ہیں تو روحانی اعتبار سے جو اللہ کے نیک بندے ہیں اگر آپ ان کی صحبت میں رہیں گے تو ان کی صحبت کے اثرات پڑ کر رہیں گے۔

مولانا سید عبداللہ حسنی ندویؒ

سالانہ زرتعاون -/250

۲۵/مارچ ۲۰۱۳ء

فی شمارہ =/12₹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پندرہ روزہ

تعمیرِ حیات

لکھنؤ

جلد نمبر ۵ ۲۵؍مارچ ۲۰۱۳ء مطابق ۱۲؍جمادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ شمارہ نمبر ۱۰

اس شمارے میں

شعروادب

تعصب چھوڑنا، سچ بولنا، وعدہ بولنا — سید عبدالرب صوفی — ۲

اداریہ

اسلام ہی قافلۂ انسانیت کی فلاح کا ضامن — شمس الحق ندوی — ۳

غبار کارواں

اردو کا سوانحی ادب اور تعمیری قدریں — حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی — ۵

حالات حاضرہ

ایک خطرناک رجحان — مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی — ۸

دل یا شکم

دنیا کے دو بڑے فتنے — مولانا محمد یوسف بنوریؒ — ۱۰

دعوت اسلام

اسلام کا تعارف اور ہماری ذمہ داریاں — مولانا سید عبداللہ حسنی ندویؒ — ۱۲

مسلم دنیا

مالی: مغربی طاقتوں کی نئی رزم گاہ — پروفیسر شہزاد الحسن چشتی — ۱۶

فقہ و فتاویٰ

سوال وجواب — مفتی محمد ظفر عالم ندوی — ۱۸

اسلامی زندگی

حدیث شریف کا مقام و پیغام — خالد فیصل ندوی — ۱۹

قدسی صفات

سیدنا حضرت صہیب رومیؓ — عبدالرحیم ندوی — ۲۳

ایک جائزہ

تہذیب جدید اور اس کے اثرات — محمد وثیق ندوی — ۲۷

خبرونظر

عالم اسلام — جاوید اختر ندوی — ۳۱

زیر سرپرستی

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

(ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مولانا مفتی محمد ظہور ندوی

(نائب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

زیر نگرانی

مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی

(ناظر عام ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مدیر مسؤل

شمس الحق ندوی

نائب مدیر

محمود حسن حسنی ندوی

مجلس مشاورت

● مولانا خالد ندوی غازی پوری

● نعیم الرحمن صدیقی ندوی

ترسیل زر اور خط وکتابت کا پتہ

Tameer-e-Hayat

Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow-226007

E-mail: nadwa@sancharnet.in, Ph: (0522) 2740406

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

سالانہ زرتعاون -/250	فی شمارہ -/12	ایشیائی، یورپی، افریقی و امریکی ممالک کے لئے -/150$

ڈرافٹ نمبر تعمیر حیات کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات ندوۃ العلماء لکھنؤ کے پتہ پر روانہ کریں۔ چیک سے بھیجی جانے والی رقم صرف All CBS Payable Multicity Cheques روانہ فرمائیں۔ بصورت دیگر -/30₹ زائد روانہ کریں۔

آپ کے خریداری نمبر کے نیچے اگر کالی لکیر ہے تو سمجھئے کہ آپ کا زرتعاون ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا جلدی زرتعاون ارسال کریں اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں۔ اگر موبائل یا فون نمبر ہو تو اپنے شمارے کے نمبر کے ساتھ لکھئے۔ (منیجر تعمیر حیات)

پرنٹر پبلشر اطہر حسین نے آزاد پرنٹنگ پریس نظیر آباد، لکھنؤ سے طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ٹیگور مارگ، بادشاہ باغ لکھنؤ سے شائع کیا۔

شعروادب

تعصب چھوڑنا، سچ بولنا، وعدہ وفا کرنا

سید عبدالرب صوفیؔ

وہ شے کیا ہے اگر مل گئی تو مل گیا سب کچھ
وہ شے ہے ہر ضرورت کے لیے فوراً دعا کرنا

دعا میں دیر کی امید غیر اللہ سے باندھی
یہ اشراک تصرف میں ہے دل کو مبتلا کرنا

عمل وہ کون ہے جو سب سے بڑھ کر ہے پسندیدہ
عمل وہ ہے نمازیں وقت پر پیہم ادا کرنا

وہ زیور کون زیور ہے جو ہے آنکھوں کی آرائش
جو آرائش ہے آنکھوں کی وہ زیور ہے حیا کرنا

وہ تین اوصاف یہ ہیں جن سے اپنا وزن بڑھتا ہے
تعصب چھوڑنا، سچ بولنا، وعدہ وفا کرنا

ثبوت ''لن تنالوا البر حتی تنفقوا'' یہ ہے
طبائع پر بہت دشوار ہے جود و سخا کرنا

علامت جنتی ہونے کی ہے یہ بھی مسلماں کے
خدا کے خوف سے تنہائی میں آہ و بکا کرنا

تمامی عاقبت اندیشیوں میں سب سے اعلیٰ ہے
جوانی میں مہیا دولت صدق و صفا کرنا

دعائے صوفیؔ ناچیز ہے اس نظم کے حق میں
مؤثر میرے ان شعروں کو اے میرے خدا کرنا

☆☆☆☆☆

اداریہ

اسلام ہی قافلۂ انسانیت کی فلاح کا ضامن

شمس الحق ندوی

اسلامی تعلیمات میں زندگی کے مسائل وضروریات انسانی کو پورا کرنے والے اصول بدرجہ اتم موجود ہیں، لیکن ان اصولوں کا سنجیدگی اور استفادہ کی نیت سے مطالعہ کرنے کی لوگوں کو فرصت نہیں، بعض لوگ ان اصولوں کو ایک مذہبی بندش کہہ کر ان کو ترقی کی راہ میں رکاوٹ قرار دینے لگے ہیں، اور انھیں قابل مطالعہ نہیں سمجھتے، حالانکہ اسلام کے ان اصولوں کا گہرائی اور سنجیدگی سے مطالعہ کیا جائے جو اقتصادیات ومعاشیات اور نظم وضبط نیز نظام سیاست سے متعلق ہیں، تو یہ واضح ہوگا کہ اسلام وسائل زندگی کو ترقی دینے اور بڑھانے کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتا بلکہ اس کی ہمت افزائی کرتا ہے، مثال کے طور پر یہاں ہم صرف ایک حدیث کے ذکر پر اکتفا کریں گے جو وسائل اختیار کرنے کے متعلق آخری مثال ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ اگر تم پودا لگا رہے ہو اور آثار قیامت شروع ہو جائیں تو بھی پودا لگا دو ہاتھ روکو نہیں، حدیث سے اس بات کا اور اس اسلامی روح کا اندازہ ہوتا ہے کہ انسانوں کے لیے مفید جو کام بھی کر رہے ہو تا حد امکان اس کو پورا کر کے رہو خواہ خود تم اس سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکو، اگر اسلامی اصولوں کا مطالعہ دوسرے افکار ونظریات سے الگ ہو کر غیر جانب دارانہ طور پر کیا جائے تو ترقی وکامیابی کی ایسی راہیں سامنے آئیں گی جو راحت واطمینان کا سبب بھی بنیں گی اور عمومی سکون وچین کا بھی سامان بہم پہنچائیں گی، اسلام وسائل ترقی کو اپنانے سے نہیں روکتا بلکہ جگہ جگہ قرآن وحدیث میں اس کا حکم دیا گیا ہے، فرق صرف طریق کار اور ان وسائل کے استعمال کے حدود ودائرہ کے متعین کرنے کا ہے۔

چونکہ اسلام اس خدا کا بھیجا ہوا نظام ہے جو انسانوں کا خالق ہے، ان کی ضروریات، طبیعت ومزاج کو جانتا ہے، اس لیے اسی کی رعایت سے ان کے لیے اصول وضابطے بھی بنائے ہیں، اور نظام کائنات کے سارے اجزاء انھیں اصولوں کے تحت مرتب ومنظم ہوئے ہیں، یہ وہی اصول ہیں جن کو رب کائنات نے کہیں حدود اللہ کے لفظ سے ادا کیا ہے، اور کہیں سنت اللہ کے لفظ سے اور کہیں ان کا نام فطرۃ اللہ رکھا ہے اور انہی کو کہیں صراط مستقیم اور دین قویم سے تعبیر کیا گیا ہے، پھر یہ کتنی عجیب بات ہے کہ مسلمان اس ربانی نظام پر بھی ایمان رکھتا ہو اور اپنے تمام کاموں کے لیے اسلام کو اور اس کے خدا کو چھوڑ کر ان انسانی خیالات کے اصنام وطواغیت کو اپنا حاکم وکارساز بنانے لگے۔

بلکہ اب تو بات اس حد کو پہنچ گئی ہے کہ بالفاظ مولانا ابوالکلام آزادؒ: بہتوں کو یہ کہنے سے نفرت وغصہ کا بخار چڑھ آتا ہے کہ مسلمانوں کے لیے جو کچھ ہے، قرآن ہی میں سے ہے اور قرآن ہی سے ہے، ایسے لوگوں کی تعداد بھی کچھ کم نہیں جو مولانا آزادؒ ہی کے الفاظ میں فرعون کے جادوگروں کی طرح خوف زدہ ہو رہے ہیں کہ کہیں مذہب کا عصائے موسوی ثعبان مبین بن کر ان کو نگل نہ جائے، ایسے لوگوں کا حال قسمت کے مارے اس شخص کی طرح ہے جو اپنے رفقاء کے ساتھ جا رہا تھا اور راستہ میں جنوں اور شیطانوں نے اس کو بہکا لیا، اور وہ خبط الحواس ہو کر انہیں کے ساتھ چل پڑا، ساتھی بلاتے ہیں، وہ سنتا ہے، نہ سمجھتا ہے، قرآن کریم نے اس کی کیسی سچی تصویر کھینچی ہے، قرآن کہتا ہے:

''كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيَاطِينُ فِي الْأَرْضِ حَيْرَانَ لَهُ أَصْحَابٌ يَدْعُونَهُ إِلَى الْهُدَى ائْتِنَا قُلْ إِنَّ هُدَى اللَّهِ هُوَ الْهُدَى''۔

(جیسے کوئی شخص ہو کہ اسے شیطانوں نے (کہیں) زمین پر بے راہ کر دیا ہو (اور وہ) بھٹکتا پھرتا ہو، اس کے ساتھی ہوں کہ وہ اس کو ہدایت کی جانب بلا رہے ہوں کہ ہمارے پاس آ، (اے رسول!) آپ کہہ دیجیے کہ راہ تو بس اللہ کی (بتائی ہوئی) راہ ہے۔

اسلام تو تمام انسانوں کا دین فطرت ہے، مومن یا مسلم کہتے ہی اس صحیح الفطرت انسان کو ہیں جس کی فطرت اصلی کا ذوق گمراہی کے خارجی اثرات سے بگڑ نہ گیا ہو کیونکہ انسان کی فطرت انسانی کا اگر کوئی مذہب ہے تو وہ اسلام ہی ہے، انسان کے جو اعمال بھی اس کے خلاف ہیں وہ خارجی اثرات کی پیدا کی ہوئی گمراہی کے سبب ہیں، اسی لیے ہر ایسی ضلالت کو جو سرشت اور فطرت انسانی کے خلاف ہو، قرآن کریم نے ''عمل الشیطان'' سے تعبیر کیا ہے۔

دین فطرت کی نمائندگی ورہنمائی کے لیے ایک مکمل ضابطہ حیات کے طور پر قرآن کریم موجود ہے، قرآن مجید صرف نماز اور وضو کے فرائض بتانے ہی کے لیے

نہیں نازل ہوا، بلکہ وہ انسانوں کے لیے ایک کامل واکمل قانون فلاح ونجات ہے جس کے دائرہ سے انسانی زندگی کی کوئی شے باہر نہیں، جب حقیقت یہ ہے تو مسلمان کسی بھی ایسی پالیسی اور دستور کو اپنا کر کبھی کامیاب نہیں ہوسکتے جو قرآنی تعلیم کے خلاف ہو، مسلمانوں کے تمام مصائب کا اصل سبب جس نے مختلف بیماریوں کی شکل اختیار کرلی ہے، اس کے سوا کچھ نہیں کہ انہوں نے تعلیم خداوندی کی مضبوط و مستحکم کڑی کو چھوڑ دیا ہے اور اپنی زبوں حالی سے پریشان ہوکر اصلاح و ترقی کا جو قدم بھی اٹھاتے ہیں وہ مذہب سے الگ رہ کر اٹھاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ مزید مشکلات و پریشانیوں کے جال میں پھنستے جاتے ہیں۔

قرآن کریم ایسے ہی فریب خوردوں کے بارے میں کہتا ہے:

"أَفَغَيْرَ دِينِ اللَّهِ يَبْغُونَ حكماً وَلَهُ أَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ طَوْعاً وَّكَرْهاً وَّإِلَيْهِ يُرْجَعُونَ"۔ [سورہ آل عمران: آیت/۸۳]

(کیا یہ (کافر) خدا کے دین کے سوا کسی اور دین کے طالب ہیں؟ حالانکہ سب اہل آسمان وزمین خوشی یا زبردستی سے خدا کے فرماں بردار ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں)۔

ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا کی کوئی حکومت کسی بھی باغی اور ملک دشمن شخص کو پناہ نہیں دیتی، تو پھر مالک کائنات اور مالک زمین آسمان کی قانون شکنی کرکے کوئی کوشش و کاوش کیسے کامیاب ہوسکتی ہے؟!

یہ کہا جاتا ہے اور بڑی قوت وزور کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ مذہب ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے، انسانی زندگی کے کچھ فطری تقاضے اور ضروریات ہیں جن کو مذہب نہیں پوری کرتا، اسلام تو وہ مذہب ہے جس نے انسان کے پیدا ہونے سے لے کر مرنے تک اور سماجی اور معاشرتی طور پر فرد سے لے کر جماعت تک ایک گھر سے لے کر خاندان، قوم، قبیلہ پھر ملک اور نظام ملک تک کے سلسلہ میں پوری رہنمائی کرتا ہے، اگر موجودہ فکروذہن کے مزعومات کی رو سے اسلام کہیں ترقی میں حارج نظر آتا ہے اور اس میں کچھ ضرر ونقصان کے پہلو نظر آتے ہیں، تو ایک مسلمان کو پورے یقین واعتماد کے ساتھ سر اٹھا کر فخر ومباہات (فخر ومباہات تکبر کا نہیں بلکہ شکرو امتنان کا) کے انداز میں یہ کہنا چاہیے کہ ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ ہر وہ انسانی عمل جو تعلیم الٰہی کی ہدایت بخشی سے خالی ہو، کبھی فوز وفلاح نہیں پاسکتا، اگر ہم اسلامی اصول و ضوابط کی خوبیوں کو جدید ذہنوں یا مادہ پرست قوموں کے ذہنوں میں نہ اتار سکیں تو کوئی حرج نہیں، کیونکہ اس کے لیے یہی ایک خوبی کافی ہے کہ اوروں کے اصول و نظریات انسانوں کی طرف سے ہیں اور اسلام کی پکار تعلیم الٰہی کی طرف سے۔

"فَأَيْنَ تَذْهَبُونَ"۔ [سوہ تکویر/۲۶] (تو تم کہاں جارہے ہو؟)

انسانی اعمال واقوال دوسروں کے لیے محتاج تصدیق ہیں، مگر خدا کی آواز جب انسانوں کو مخاطب کرتی ہے تو وہ خود حق وصداقت ہے، اور اپنی صداقت کو ثابت کرنے کے لیے کسی دلیل کی محتاج نہیں بالکل اسی طرح کہ سورج اگر کہے کہ میں روشن ہوں تو اس کے جواب میں کیا کہا جائے گا؟

نئے افکار ونظریات کسی شور وہنگامہ کے ساتھ، کیسے کیسے دعووں اور حسین خوابوں کے ساتھ وجود میں آتے ہیں کہ لوگ ان کی طرف کھنچنے لگتے ہیں اور مسلمان بھی اس کے دھارے میں بہنے لگتے ہیں، کچھ ہی عرصہ گذرتا ہے کہ حسین خوابوں کی یہ عمارت زمین بوس ہوکر رہ جاتی ہے اور اسلامی نظریات جیسے اول روز تھے، اپنی اسی تاثیر وطاقت کے ساتھ آج بھی باقی ہیں، قرآن کریم نے حق وباطل کی کتنی سچی اور صحیح تصویر کشی کی ہے:

"فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً وَأَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ"۔ [سورہ رعد/۱۷]

(سو جھاگ تو سوکھ کر زائل ہوجاتا ہے اور پانی جو لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے، وہ زمین میں ٹھہرا رہتا ہے)۔

قرآنی صداقت جیسے چودہ سو سال پہلے تھی ویسی ہی آج بھی ہے، تحریکیں اور جدید نظریات سیلاب کے جھاگ کی طرح اٹھتے اور سوکھ کر ختم ہوجاتے ہیں، لیکن اسلام جو قافلہ انسانیت کی فلاح وکامیابی کا ضامن ہے، وہ اپنی پہلی ہی سی آب وتاب کے ساتھ باقی رہتا ہے، زیادہ نہیں ادھر اخیر میں صرف انیسویں صدی ہی کی تحریکات کا جائزہ لیا جائے اور ان کے انجام بد کا حشر دیکھ لیا جائے۔

آج پوری دنیا جس خطرناک حالات سے گذر رہی ہے، خون خرابہ کا جو بازار گرم ہے، خود غرضی، چور بازاری، ظلم وستم کی ہولناک خبریں ہم پڑھتے رہتے ہیں، یہ رکنے کا نام کیوں نہیں لیتیں، اس لیے کہ انسانوں کے بنائے ہوئے نظام کی حیثیت مکڑی کے جالے سے زیادہ نہیں، جس کو قرآن مجید نے "إِنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوتِ" کہا ہے، اس خدائی نظام سے روگردانی کی وجہ سے دنیا اپنی سزا بھگت رہی ہے:

"فَذَاقَتْ وَبَالَ أَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ أَمْرِهَا خُسْرًا"۔ (بالآخر ان کے اعمال کا وبال ان کے آگے آیا)۔

☆☆☆☆☆☆

غبار کارواں

بیسویں صدی میں
اردو کا سوانحی ادب اور تعمیری قدریں

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

رابطہ ادب اسلامی کے سیمینار (منعقدہ: ۹، ۱۰ ر فروری ۲۰۱۳ء علی گڑھ) میں پڑھا گیا خطبہ صدارت

الحمد لله رب العالمين، والصلاة و السلام على سيد الأنبياء والمرسلين، خاتم النبيين محمد بن عبد الله الأمين، وعلىٰ اله و صحبه أجمعين، ومن تبعهم باحسان الى يوم الدين . أما بعد .

سوانحی ادب بڑا متنوع اور دور رس اثرات کا حامل صنفی ادب ہے، یہ انسان کی گوناگوں شخصی خصوصیات جن سے اس کی انسانی صفات وخصوصیات کا آئینہ بنتا ہے، یہ صاحب سوانح اور کاتب سوانح دونوں کے ذوقی ونظری انداز فکر وخصوصیات دونوں باہم ہوجاتے ہیں، اور تذکرہ نگار اس میں اپنے فکر اور مشاہدہ اور اپنے ذوق کے لحاظ سے کسی پسندیدہ یا شہرت رکھنے والی شخصیت کے احوال وامتیازات کو ظاہر اور ادا کرتا ہے، اس موضوع کا جو علمی حق ہے محتاط اہل قلم اس کو اچھی طرح ادا کرتے ہیں، لیکن بعض اہل قلم اس کے صحیح حق کو ادا کرنے میں قاصر رہتے ہیں، بعض اہل قلم اس کو افسانہ کا رنگ دے دیتے ہیں، اور بعض اہل قلم صاحب سوانح کے خیال ورجحانات کی روشنی میں پیش کرتے ہیں، اس طرح یہ موضوع مختلف انداز میں سامنے آتا ہے، اس میں قاری صرف سوانح ہی کو نہیں پڑھتا، بلکہ اس کے ساتھ راقم سوانح کو بھی پڑھ لیتا ہے۔

اسلام میں سوانح نگاری کا آغاز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ سے ملتا ہے، اور سیرت نبوی کی تصنیف کا آغاز مغازی کی احادیث سے ملتا ہے، اور اس کام میں محمد بن اسحاق کا نام اوّلین حیثیت رکھتا ہے، انہیں کی روایات کی بنیاد پر ابن ہشام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ تیار کی، جو اپنی متعدد خوبیوں کی بنیاد پر سیرت نبوی کے باب میں بہت امتیاز رکھتی ہے، اور اس کا اسلوب بیان ادبی خوبیوں سے بھی مالامال ہے۔

عصر عباسی کے آغاز کے ساتھ عربوں میں علوم وفنون کی تدوین کا عہد شروع ہوگیا تھا، جس میں ترقی کرکے اس کو ایسے کمال تک پہونچایا، جو اسلامی تاریخ کا درخشاں باب ہے، اس میں محققوں کے حالات قلم بند کرنے کا سلسلہ بھی شروع ہوا، اس کی بڑی ضرورت احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راویوں کے مقام اور صفات کو جاننے کے لیے ان کی خصوصیات اور زندگی کے اہم حالات کو محفوظ کردینے سے پڑی، جو اسماء الرجال کے نام سے ایک مستقل فن بن گیا، شخصیتوں کے حالات محفوظ کرنے کا کام طبقات کے عنوان سے رواۃ حدیث کے علاوہ اہم شخصیات کے لیے بھی کیا جانے لگا، اس میں طبقات ابن سعد کو اوّلین حیثیت حاصل ہے، پھر اہل علم کے مختلف گروہوں کے لیے علاحدہ علاحدہ طبقات پر بھی کتابیں تصنیف کی گئیں، ادب کے تعلق سے بھی ممتاز شخصیات کے حالات قلمبند کیے گئے، پھر بتدریج اہم ترین شخصیات پر مستقل کتابیں لکھی جانے لگیں، اسی طرح کے مصنفین میں علامہ ابن الجوزی، علامہ یاقوت حموی، امام ذهبی، اور قاضی ابن خلکان کے نام نمایاں ہیں۔

تذکرہ نویسی کا داعیہ بعض وقت اپنی کسی پسندیدہ شخصیت کی زندگی اور اس کی خصوصیات کو دوسروں کے سامنے لانے کا ہوتا ہے، اور بعض وقت

> سیرت نبویؐ بھی اگرچہ ایک سوانح ہے، لیکن اس کے لکھنے والوں کا تعدد و تنوع اور اس عظیم شخصیت کے اوصاف کی ندرت و رعنائی کی وجہ سے اس حد تک بڑھا ہے، کہ وہ سوانح نگاری میں بالکل علاحدہ اور مستقل باب بن گئی ہے، اور اب سیرت نبوی سوانح نگاری کا جزء ہونے کے بجائے خود اپنی علاحدہ حیثیت کی مالک بن گئی ہے، جس پر گذشتہ صدیوں میں برابر کام ہوتا رہا ہے، اور برابر جاری ہے، یہ اسی طرح ہے جس طرح مدحیہ شاعری میں نعتیہ شاعری کو علاحدہ فن کی حیثیت حاصل ہوگئی ہے، اور اس کو اہل فن علاحدہ صنف کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں، سوانح نگاری میں خود نوشت سوانح آپ بیتی نے بھی اپنا ایک مستقل مقام بنالیا ہے، اور اس میں چونکہ راوی صرف راوی یا مشاہد نہیں، بلکہ خود اصل ہوتا ہے، اس لیے جو تصویر کشی وہ کرتا ہے، وہ دوسرا نہیں کرسکتا، اور جب آپ بیتی لکھنے والے کا قلم بھی ادب شناس ہو، تو بات کہیں سے کہیں پہونچ جاتی ہے۔

یہ کام صرف علمی اور تحقیقی مقصد سے کیا جاتا ہے، اول الذکر صورت میں مصنف اگر پوری احتیاط اور قلمی دیانت سے کام نہ لے، تو سوانح مدح وستائش کے بعض غلو والے پہلوؤں کی حامل بن جاتی ہے، چنانچہ بزرگ شخصیتوں کے بعض تذکروں میں اس طرح کا غلو ملتا ہے، ان کے تذکرہ میں بعض بعض تصنیفیں کرامات اور غیر معمولی اوصاف کے ذکر کی حامل ملتی ہیں، اور بعض میں تو یہ فرق بھی ملنا مشکل ہوجاتا ہے، کہ یہ انسان کی واقعی سوانح ہے یا انسان سے مافوق الفطرت کسی دوسری ذات کی، لیکن علمی انداز کی پابندی رکھنے کی صورت میں سوانح اپنے قارئین کے لیے کسی ایک شخصیت کا آئینۂ زندگی بن جاتی ہے، جب شخصیت بڑی ہو، اپنی صفات میں ممتاز ہو، اور اس کی زندگی کی تصویر کشی اس کو انسان رکھتے ہوئے ہو، تو وہ سوانح ایک مؤثر اور طاقتور علمی تحفہ ہوجاتی ہے، اور لکھنے والا اگر بیان وزبان کی علمی و ادبی رعایتوں کا لحاظ رکھتا ہے تو تذکرہ علمی خوبیوں کے ساتھ ادبی خوبیوں کا بھی حامل بن جاتا ہے۔

اس کی مثال ہر زبان میں ملتی ہے، ہماری اردو زبان بھی اس سے مالامال ہے، مولانا الطاف حسین حالی کی حیات جاوید، خلیق احمد نظامی کی نگاہ فخر، پروفیسر ضیاء الحسن فاروقی کی شہید جستجو، اسی طرح ان کے دیگر معاصرین کی تحریر کردہ سوانح عمریاں ہیں، جن میں خاص طور پر علامہ شبلی کی سیرت النبی، الفاروق، الغزالی، سوانح مولانا روم اور سیرۃ النعمان وغیرہ، اور ان کے جانشین علامہ سید سلیمان ندوی کی حیات شبلی، عمر خیام، سیرت عائشہ، اور ان کے رفیق اور ساتھی مولانا عبدالسلام ندوی کی اسوۂ صحابہ، سیر الصحابیات، امام رازی، اقبال کامل، اور شاہ معین الدین ندوی کی خلفائے راشدین وغیرہ، اسی طرح دارالمصنفین کے دیگر منتسبین نے اس میں اچھا لٹریچر پیش کیا ہے۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی اس موضوع پر اچھا اور مفید کام رہا ہے، ان کی سیرت سید احمد شہید، تاریخ دعوت وعزیمت، حیات عبدالحی، تذکرہ مولانا فضل رحمان گنج مرادآبادی اور دوسرے دعاۃ ومصلحین کے تذکروں کو خصوصی مقام حاصل ہے، اور فضلائے ندوہ نے اس باب میں بیش قیمت اضافہ کیا ہے۔

سیرت نبوی بھی اگرچہ ایک سوانح ہے، لیکن اس کے لکھنے والوں کا تعدد وتنوع اور اس عظیم شخصیت کے اوصاف کی ندرت ورعنائی کی وجہ سے اس حد تک بڑھا ہے، کہ وہ سوانح نگاری میں بالکل علاحدہ اور مستقل باب بن گئی ہے، اور اب سیرت نبوی سوانح نگاری کا جز ہونے کے بجائے خود اپنی علاحدہ حیثیت کی مالک بن گئی ہے، جس پر گذشتہ صدیوں میں برابر کام ہوتا رہا ہے، اور برابر جاری ہے، یہ اسی طرح ہے جس طرح مدحیہ شاعری میں نعتیہ شاعری کو علاحدہ فن کی حیثیت حاصل ہوگئی ہے، اور اس کو اہل فن علاحدہ صنف کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں، سوانح نگاری میں خود نوشت سوانح آپ بیتی نے بھی اپنا ایک مستقل مقام بنالیا ہے، اور اس میں چونکہ راوی صرف راوی یا مشاہد نہیں، بلکہ خود اصل ہوتا ہے، اس لیے جو تصویر کشی وہ کرتا ہے، وہ دوسرا نہیں کرسکتا، اور جب آپ بیتی لکھنے والے کا قلم بھی ادب شناس ہو، تو بات کہیں سے کہیں پہونچ جاتی ہے۔

خود نوشت سوانح میں صاحب قلم کے انداز فکر و ذوق کا اثر بطور خصوصی پایا جاتا ہے، اور خود نوشت سوانح لکھنے والا جب ادیب ہو، تو اس کی ادبی خصوصیات زیادہ بڑھ جاتی ہیں، اس میں بیان اپنا ہوتا ہے، اور اپنے واقعات وتاثرات کو بہتر تعبیر وزبان میں ادا کرنے کا اسلوب اپناتا ہے، انسانوں کے مزاج و احساسات وتاثرات الگ الگ اور متنوع بھی ہوتے ہیں، اور خاص حد تک ایک دوسرے سے ملتے جلتے بھی ہوتے ہیں، اور تذکرہ وروداد کا بھی فرق ہوتا ہے، اس طریقہ سے سوانح نگاری کا فن ایک متنوع اور لطف کا حامل فن بن جاتا ہے۔

سوانح نگاری کے لیے کچھ شرائط ہیں، اول یہ کہ سوانح نگار واقعات کو ان کے اثرات کے ساتھ پیش کرتا ہو، دوسرے یہ کہ سوانح نگار زمانے کے بدلتے ہوئے مزاق کے مطابق سوانح کے ان عناصر پر زور دے، جن سے قارئین صاحب سوانح کی شخصیت کی خصوصیت سے واقف ہوجائیں، تیسرے یہ کہ سوانح نگاری میں صاحب سوانح کی زندگی کی ایسی تصویر سامنے آئے کہ پڑھنے والا اس سے محظوظ و مستفید ہوسکے، بظاہر یہ شرائط سخت ہیں، اور ان کو سوانح نگار کم ہی نباہ سکتا ہے، لیکن اگر وہ تصنع سے کام نہ لے، اور صرف فطری انداز میں بات کہے، تو بھی سوانح دلچسپ ہوجاتی ہے، کسی ہیرو کا حال بیان کرنے میں یہ لحاظ رکھا جاتا ہے کہ اس کی شخصیت کے کارہائے نمایاں پہلو پر زور دیا جائے، اس کی زندگی کے ان پہلوؤں کا حال تفصیل کے ساتھ بیان کرنا لاحاصل سمجھا جاتا ہے، جو عموماً ہر شخصیت میں پائی جاتی ہیں، جن کے بیان سے قاری کو کچھ فائدہ نہ پہونچے، جو لوگ خود اپنے حالات یا دوسروں کی سوانح ایک خاص نقطۂ نظر سے بیان کرتے ہیں، اور اس نقطۂ نظر کو سامنے رکھ کر اپنی یا دوسروں کی شخصیت کے خدوخال نمایاں کرتے ہیں، وہ سوانح نگاری کے فنی راستے سے ہٹ جاتے ہیں۔

سوانح نگاری ایک بڑی ذمہ دار صنف ادب ہے، جن شخصیتوں کے سوانح ماڈل یا نمونہ بنا کر دنیا کے سامنے پیش کیے جائیں، ان میں واقعی کوئی بات بھی ایسی ہونی چاہیے کہ پڑھنے والے کو احساس ہو کہ اس شخصیت کے مطالعہ سے اس کی زندگی کی بعض اہم خصوصیات سے واقفیت ہوئی ہے، یہی شخصیتیں ہمارے سماج میں ہیرو بن کر ابھرتی ہیں، ان کا میدان عمل خواہ سیاسی ہو، یا روحانی یا ادبی، سوانح نگاری کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ جن شخصیات کی سوانح پیش کیے جائیں، ان کی محض مدح سرائی ہی نہ ہو، کیوں کہ سوانح نگاری کوئی قصیدہ نگاری نہیں ہے، انسانی زندگی میں غلطیاں اور کوتاہیاں بھی ہوتی ہیں، جو سامان عبرت وبصیرت ہوتی ہیں، یہ کوتاہیاں اگر ظاہر نہ کی جائیں اور معروف شخصیتوں کو ہیرو بنا کر محض ان کو ناقابل تقلید مقام پر پہونچایا جائے، تو یہ فن سوانح نگاری کے ساتھ انصاف کرنا نہ ہوگا، اسی کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ صاحب سوانح کی عظمت کے خصوصی پہلو کو سمجھا جائے اور اس کو مناسب انداز میں ظاہر کیا جائے، کسی بڑے آدمی میں وہ کونسی امتیازی خوبی تھی جس نے ان کو بڑا بنایا، جب تک یہ معلوم نہ ہو اور سوانح نگاری کے ذریعہ اسے عام قارئین تک نہ پہونچایا جاسکے، قارئین کو پورا فائدہ نہیں پہونچتا۔

دراصل انسان انسان ہی سے سیکھتا ہے، پہلے اپنے ماں باپ سے، پھر اپنے ماحول کی بڑی شخصیات سے، جن سے اس کی ملاقات ہوئی اور مشاہدہ کا اس کو موقع ملتا ہے، اس کے بعد اس کے لیے سیکھنے اور اچھے برے کو سمجھنے کے لیے اپنے دائرہ حیات سے ہٹ کر دوسری قابل نقل وتقلید شخصیتوں کے تحریر شدہ احوال سے فائدہ اٹھاتا ہے، اور اس امر کے لیے سوانح عمریاں اور ان کے مشتملات ذریعہ بنتے ہیں، اس لیے سوانح عمریوں کا موضوع اہم ترین موضوع ثابت ہوتا ہے، جو مختلف زبانوں میں ہوتا ہے، اور ایک زبان سے ترجمہ کرکے دوسری زبان کے لوگوں کے لیے مزید قابل استفادہ اور معلومات کا حامل ذریعہ ثابت ہوتا ہے، ہمارا یہ سیمینار اس موضوع کے افادی پہلوؤں کو پیش کرے گا، جو ایک اچھا ذریعہ معلومات اور انسانی خصوصیات کے تذکرے کا موقع فراہم کرے گا، جو کہ علمی اور معلوماتی افادیت کے ساتھ ساتھ متنوع انسانی طبیعتوں، رجحانات اور زندگی کے مختلف احوال ونتائج سے واقفیت حاصل ہونے کے فائدے واستفادے کا ذریعہ بنے گا، اور ادب کی اس صنف کا تذکرہ اپنے میں جو دلچسپی کا اثر رکھتا ہے، سامعین وقارئین کے سامنے اس کا اچھا موقع حاصل ہوگا۔

ہمارا یہ سیمینار اس موضوع کے افادی پہلوؤں کو پیش کرے گا، جو ایک اچھا ذریعۂ معلومات اور انسانی خصوصیت کے تذکرے کا باعث ہوگا۔

☆☆☆☆☆

حق وباطل کا معرکہ کشاکش

قرآن حکیم نے حیات اُمم کے قانون الٰہی کا اعلان کیا ہے، وہ کہتا ہے کہ ابتدائے خلقت سے جس طرح حق وعدالت کا ظہور یکساں رہا ہے، اسی طرح بطلان وفساد کا ظہور بھی یکساں رہا ہے، جس طرح حق کی صدائیں ہمیشہ ایک ہی طرح اٹھتی رہیں، اسی طرح ظلم وعدوان کے دعوے بھی ہمیشہ ایک ہی طرح کے ہوئے ہیں، جس طرح حق وہدایت کی شکل وصورت اور خصائص واوصاف ہر عہد میں ایک ہی طرح کے رہے ہیں، اسی طرح بطلان وفساد کا رنگ روپ بھی ہمیشہ ایک ہی طرح کا رہا ہے، چنانچہ وہ جابجا کہتا ہے: "بَلْ قَالُوا مِثْلَ مَا قَالَ الْأَوَّلُونَ"، پھر اس استقراء کے بعد وہ اس قدرتی یقین واذعان کی طرف رہنمائی کرتا ہے کہ جس طرح حق وباطل کی یہ دو زنجیریں متقابل ومتوازی چلی آتی ہیں، ضرورت ہے کہ آئندہ بھی جاری رہیں تا آنکہ حق کی آخری فتح مندی کا وقت آجائے اور بطلان فساد کی تمام سرکش قوتیں مٹ جائیں، "لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ" پس ماضی میں جو نتائج نکلے ہیں، ضرور ہے کہ مستقبل میں بھی نکلیں، ہمیشہ ایسا ہی ہوگا کہ حق وباطل، نور وظلمت کا معرکہ آویزش وکشاکش گرم ہوگا، حق کا یہ خاصہ طبیعت ہے کہ اس کی قوت، ظلم واستعداد، فساد جس قدر بڑھتی جائے گی، اتنا ہی وہ ہلاکت وخسران کے لیے تیار ہوتا جائے گا، حق کی مظلومی میں بالطبع داعیہ فتح ہے اور ظلم وسرکشی میں بالطبع داعیہ خسران، کچھ عرصہ کشمکش جاری رہے گی، اور فساد کو تکمیل مادہ خسران کے لیے ایک خاص زمانے تک مہلت دی جائے گی، اس مہلت کو قرآن حکیم نے جابجا "تمتع الی حین"، "تربص"، "انتظار" اور "اجل" سے تعبیر کیا ہے اور اس خاص وقت کو جو فرمان الٰہی کے ماتحت ظہور نتائج کے لیے مطلوب ہوتا ہے، اجل مقدور، اجل مسمّی، پس جب وہ وقت اور مادہ فساد تکمیل تک پہنچ کر انجار کے لیے تیار ہوجائے گا تو پھر حق وباطل کا آخری فیصلہ ظہور میں آجائے گا، حق کی مظلومی ودرماندگی فتح پائے گی، باطل کی مغرور طاقت وسطوت کچھ کام نہ دے گی۔

(مولانا ابوالکلام آزادؒ)

حالات حاضرہ

ایک خطرناک رجحان

تحریر: مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی

دور حاضر میں تحریکیں، تنظیمیں، مذاہب و مسالک اور افکار ونظریات کے حامل افراد اپنے اعوان وانصار کی فراہمی اور مطلوبہ مقاصد کے حصول کے لیے بہت سے وسائل وذرائع اختیار کر رہے ہیں، ان وسائل وذرائع میں عام شہرت حاصل کرنے کا سب سے مؤثر ذریعہ پروپیگنڈہ اور اپنے حریفوں پر جارحانہ تنقید وتبصرہ ہے، موجودہ دور میں کسی تحریک کی تائید یا کسی تحریک کی مخالفت میں سب سے زیادہ کارگر یہ دونوں ذریعے سمجھے اور استعمال کیے جا رہے ہیں، اسی لیے تحریکیں ان لوگوں کا سہارا لیتی ہیں جو زبان وقلم اور تحریر وتقریر کے ماہر ہوں، کیونکہ زبان وقلم کسی چیز کو عقلاً ثابت کرنے اور کسی بھی عقیدہ، نظریہ اور منہج فکر کو عند الناس مقبول ومحبوب بنانے کے بہت ہی مؤثر ہتھیار ہیں، اور ایسے افراد بڑی آسانی سے ہاتھ لگ جاتے ہیں، کیونکہ کسی تحریک، تنظیم اور سیاسی جماعت کی تائید وحمایت مال وزر بٹورنے اور دولت وثروت کے حصول کا بہترین ذریعہ ہے، لہذا زر پرست اور مادہ پرست افراد تمام معاملات وامور میں اپنی کمائی کا ذریعہ اور راستہ تلاش کرتے ہیں اور دو گروپوں کے درمیان پیدا ہونے والے ٹکراؤ اور کشمکش کے حالات کو غنیمت سمجھتے ہیں اور اپنی خدمات پیش کرکے اپنی صلاحیت ومہارت کے جوہر دکھاتے اور مال بٹورتے ہیں۔

زبان وقلم کی اہمیت دور حاضر میں تلوار سے بھی بڑھ گئی ہے، اس لیے کہ زبان وقلم کے اثرات وہاں تک پہنچتے ہیں جہاں تلوار کا گزر بھی نہیں ہو سکتا، لہذا پروپیگنڈہ دور حاضر میں ایک کامیاب اور کارگر پیشہ بن گیا ہے اور ذہن سازی اور رائے عامہ ہموار کرنے کے لیے افکار ونظریات، مذاہب ومسالک اور معاصر نظامہائے زندگی اس پر پورا اعتماد کرتے ہیں اور اسی میں وہ اپنی تمام تر توانائی صرف کر دیتے ہیں، اس لیے انہیں ضرورت پڑتی ہے ایسے باصلاحیت اور تجربہ کار افراد کی جو ان کے افکار ونظریات کو اعلی پیمانے پر عام کر سکیں اور ان کے خلاف بننے والے ماحول کا رخ موڑ سکیں۔

یہ تحریکیں اور تنظیمیں لوگوں کی توجہات کا مرکز بننے اور اپنے وجود کو ثابت کرنے کے لیے پروپیگنڈہ کے علاوہ دوسرے وسائل بھی اختیار کرتی ہیں جیسے اغوا اور قتل، یہ اغوا اور قتل عملی اور فکری دونوں طرح ہو رہا ہے، جس کا مشاہدہ دنیا کے مختلف حصوں میں کیا جا سکتا ہے، اور انتہا پسند عناصر اپنے مخالفین کو زیر یا ختم کرنے اور اپنے مطالبات کے حصول کے لیے ان دونوں وسائل کا استعمال بکثرت کر رہے ہیں۔

جہاں تک عملی اغوا کا تعلق ہے تو وہ بہت مشہور ہے جس سے ہر کس وناکس واقف ہے، اس کی وضاحت کی ضرورت نہیں، فکری اغوا کا مطلب یہ ہے کہ کسی انسان کے خیالات ونظریات کو جسمانی دھمکی یا مالی پیشکش یا معاصر اصطلاح میں "برین واشنگ" کے ذریعہ تبدیل کر دیا جائے، اور اس کا مشاہدہ اس وقت زیادہ ہوتا ہے جبکہ کوئی قائد یا دانشور اپنے پرانے نظریہ اور فکر کو تبدیل کرکے مخالفانہ افکار ونظریات کو اختیار کر لیتا ہے اور ان کا پرجوش ہم نوا ومؤید بن جاتا ہے، اور ان کی تشہیر وتائید میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا ہے، یہ عمل فکری اغوا کہلاتا ہے اور اس کا شکار وہ افراد زیادہ ہوتے ہیں جو مال دولت یا منصب وعہدہ کے بھوکے ہوتے ہیں، اس فکری اغوا کے واقعات جمہوری نظام میں اکثر پیش آتے رہتے ہیں، مختلف پارٹیوں کے ممبران اپنی پارٹی چھوڑ کر شدید نظریاتی اختلافات کے باوجود دوسری پارٹی میں شامل ہو جاتے ہیں اور اپنی پرانی وفاداری بدل دیتے ہیں۔

قتل کی دو شکلیں ہیں: (۱) سیاسی (۲) جسمانی

جسمانی قتل یہ ہے کہ انسان کے وجود کو ختم کر دیا جائے اور سیاسی قتل یہ ہے کہ انسان کی شبیہ خراب کر دی جائے اور اس کو اس طور پر پیش کیا جائے کہ اس کی ذاتی کمزوریاں ظاہر ہو جائیں اور یہ سیاسی قتل متعدد طریقوں سے انجام پاتا ہے، مثلاً اسے کوئی بڑا منصب یا اعلی عہدہ دیدیا جائے یا حکومت میں اسے کوئی وزارت دے دی جائے، یا پارلیمنٹ کا ممبر بنا دیا جائے، یا کسی اہم کمیٹی کا صدر بنا دیا جائے، جمہوری نظام کی موجودہ سیاست میں سیاسی اشخاص میں اس طرح کی تبدیلیوں کا مشاہدہ روز بروز ہوتا رہتا ہے۔

اغوا اور قتل کی ان متعدد شکلوں کا شکار خاص طور پر وہی لوگ ہوتے ہیں جو کسی خاص فکر وعقیدہ کے حامل ہوتے ہیں اور وہ ان پر مضبوطی سے کاربند ہوتے ہیں، اور جو لوگ اپنے افکار ونظریات کی تجارت کرتے ہیں اور ان کے نزدیک افکار ونظریات کی حیثیت محض ایک پیشے کی ہوتی ہے، وہ کسی خاص فکر کے حامل نہیں ہوتے بلکہ وہ حالات ومصالح کے لحاظ سے اپنے افکار وخیالات بدلتے رہتے ہیں اور حالات کے اعتبار سے دشمن کو دوست بنا لیتے ہیں اور مدافعت کرنے کے بجائے برسرِ پیکار ہو جاتے ہیں، اور اس فکر کے حامل افراد ہر جگہ سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور دلال وایجنٹ بن کر اپنا الو سیدھا کرتے ہیں، اسی وجہ سے اس زمانے میں دلالوں کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ ہو گیا ہے اور ان کی کثرت سے علم وثقافت اور تحریری وتقریری صلاحیتیں اس زمانہ میں کسب مال کا اہم ذریعہ بن گئی ہیں۔

مادہ پرستوں، بددینوں اور بدکرداروں میں اس رجحان کا پایا جانا ایک معمولی چیز ہے اور پھر ان سے کسی دوسری چیز کی توقع بھی نہیں کی جا سکتی اور ایسے افراد ہر زمانے میں رہے ہیں اور اس زمانہ میں تو خاص طور سے پائے جاتے ہیں، اس لیے کہ موجودہ سیاست کی بنیاد موقع پرستی ہے جس میں مقاصد ہی کو ترجیح حاصل ہے، بلکہ یہی مقصود ہیں اور وسائل تو ان مقاصد کے خادم ہوتے ہیں، اور ہر وہ وسیلہ جس سے مقصد حاصل ہوتا ہو وہی مفید اور معقول سمجھا جاتا ہے، اور موجودہ سیاست میں یہی طریقہ رائج ہے اور تمام سیاسی پارٹیاں اسی نقش قدم پر چل رہی ہیں۔

حیرت وتعجب کی بات تو یہ ہے کہ اصلاحی تحریکوں، دعوتی تنظیموں اور فکرِ مستقیم سے وابستہ افراد اور دینی رہنمائی کا کام کرنے والے بھی پروپیگنڈہ کا سہارا لینے لگے ہیں، مسلکی، نظریاتی اور فکری تعصب کو ہوا دیتے ہیں، نیز سیاسی وفکری اعتبار سے جو لوگ ان کے افکار ونظریات کے سامنے نہیں جھکتے ان کا اغوا کر لیا جاتا ہے حتی کہ سیاسی اور جسمانی قتل سے بھی دریغ نہیں کیا جاتا، دوسری تحریکوں اور جماعتوں کے قائدین کو بدنام کرنے اور ان کی شبیہ خراب کرنے سے بھی باز نہیں آتے، یا وہ خود جھوٹے پروپیگنڈوں کے جال میں پھنس جاتے ہیں اور شہرت اور دولت کی حرص وہوس میں ایسے کام کرنے لگتے ہیں جو خالص مادی ہوتے ہیں، اور اپنے ادنی مقصد کے حصول میں اخلاقیات کو بھی پس پشت ڈال دیتے ہیں، یہ رجحان دعوتی اور اصلاحی کام کرنے والوں کے شایانِ شان نہیں ہے، اس سے کوئی مثبت نتیجہ بھی برآمد نہیں ہوتا اور نہ ہی اس سے کسی دینی واصلاحی عمارت کی بنیاد قائم ہو سکتی ہے، اصلاحی تحریکوں کے رہنما اگر یہ سمجھتے ہیں کہ وہ تنہا ہی اپنے نظریہ اور فکر کو دوسروں پر تھوپ کر مطلوبہ مقاصد حاصل کر لیں گے تو یہ ان کی خام خیالی ہے، اس طرح کی کوئی بھی سوچ دینی کاز کو نقصان پہنچائے بغیر بار آور ہو ہی نہیں سکتی، اس لیے کہ اس سے بغض وحسد، عناد وعداوت کی چنگاری بھڑک اٹھتی ہے اور فکری ٹکراؤ اور کشمکش کی صورتحال پیدا ہو جاتی ہے، جس کے نتیجے میں تمام قیادتوں سے اعتماد اٹھ جاتا ہے، اور فطری طور پر مسلمانوں کے ذہنوں میں شکوک وشبہات پیدا ہو جاتے ہیں، اور نتیجتاً اسلامی تحریکیں اپنا اثر واعتماد کھو بیٹھتی ہیں۔

دور حاضر میں یہ خطرناک رجحان تمام تحریکوں حتی کہ ان اصلاحی تنظیموں اور تحریکوں میں بھی سرایت ہو گیا ہے، جن کی دعوت تزکیہ نفس اور معاشرہ کی اصلاح ہے، جن کے پیش نظر صرف یہ ہے کہ لوگوں کو مادیت سے ہٹا کر روحانیت کی طرف لایا جائے، لیکن ان تحریکوں اور تنظیموں کے رہنما خود مادی وسائل جمع کرنے کی دوڑ میں لگے ہوئے ہیں؛ مادی وسائل کا انبار لگا رہے ہیں، کردار کشی اور پروپیگنڈہ کی ذہنیت اپنالی ہے، گروہی عصبیت کو ہوا دے رہے ہیں، دوسری تحریکوں کے قائدین کے ہر اچھے عمل کی نفی، ان پر طعن وتشنیع نیز ان کے تمام کاموں میں بغیر کسی تحقیق ودلیل کے شکوک وشبہات پیدا کرنا ان کی طبیعت ثانیہ بن گئی ہے، جس کے نتیجے میں ہر عمل معتم اور ہر کوشش ضائع ہو رہی ہے، اسی پر بس نہیں ہے، بلکہ ایک فریق دوسرے فریق کی تمام کوششوں اور کاموں کی تحقیر اور مضحکہ اڑاتا ہے، جس کے نتیجے میں فکری اور نظریاتی ٹکراؤ کا ایک وسیع دروازہ کھل گیا ہے، اور بعض متشددین نے تو ہر کام میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اپنا شیوہ بنا لیا ہے، اور اب یہ رجحان خطابت وکتابت کی دہلیز پر آپہنچا ہے، خطیب دوسرے کے افکار پر زبانی حملہ کرتے نظر آتے ہیں اور قلمکار اپنی تحریروں سے فریق مخالف کی دھجیاں اڑا رہے ہیں، جس سے امت مسلمہ حیران وپریشان ہے اور عوام کا اپنے قائدین ولیڈران سے ان کا اعتماد اٹھ گیا ہے اور لوگ اسلام سے بدگمان ہو رہے ہیں۔

یہ رجحان اسلامی کاز کے مزاج سے میل نہیں کھاتا؛ بلکہ اصلاحی طبیعت کے بھی منافی ہے، اور اس رجحان سے تعمیری کام ہونے کے بجائے تخریبی کام ہو رہا ہے، اس لیے کہ اسلامی عمل کی بنیاد اتحاد، آخرت کے اجر اور رضائے الہی کے حصول پر ہے، اور سلف صالح کے نہج پر کام کرنا ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَقُلِ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ وَسَتُرَدُّونَ إِلَى عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ آپ کہہ دیجیے کہ عمل کیے جاؤ تمہارے عمل کو اللہ اور اس کا رسول اور مومنین ابھی دیکھے لیتے ہیں، اور تمہیں ضرور ہی غیب وشہادت کے جاننے والے کے پاس واپس جانا ہے، تو وہ تم کو بتلا دے گا کہ تم اب تک کیا کرتے رہے ہو، (سورۃ توبہ: ۱۰۵)۔ اور جہاں تک مادی تحریکوں کا تعلق ہے تو ان کی بنیاد مادی قوت، مادی منفعت، غلبہ اور شہرت کے حصول پر ہے۔

(ترجمہ: تجمل حسین بستوی)

☆☆☆☆☆

دل یا شکم

دنیا کے دو بڑے فتنے

مولانا محمد یوسف بنوریؒ

آج کل دنیا طرح طرح کے فتنوں کی آماج گاہ بنی ہوئی ہے، ان سب فتنوں میں ایک بنیادی اور بڑا فتنہ "پیٹ" کا ہے، شکم پروری وتن آسانی زندگی کا اہم ترین مقصد بن کر رہ گیا ہے، ہر شخص کا شوق یہ ہے کہ لقمہ تر اس کی لذت کام ودہن کا ذریعہ بنے اور یہ فتنہ اتنا عالم گیر ہے کہ بہت کم افراد اس سے بچ سکے ہیں، تاجر ہو یا ملازم، اسکول کا ٹیچر یا کالج کا پروفیسر، دینی درسگاہ کا مدرس ہو یا مسجد کا امام، اس آفت میں سب ہی مبتلا نظر آتے ہیں، ہاں فرق مراتب ضرور ہے، زہد وقناعت، ورع و تقویٰ اور اخلاص وایثار جیسے اخلاق وفضائل اور ملکات کا نام ونشان نہیں ملتا، اسی کا نتیجہ ہے کہ آج پورا عالم سازوسامان کی فراوانی کے باوجود حرص و آرزو، طمع ولالچ اور زرطلبی وشکم پروری کی بھٹی میں جل رہا ہے، کرب واضطراب، بے چینی وبے اطمینانی اور حیرت وپریشانی کا دھواں چہار سمت پھیلا ہوا ہے، دراصل اس فتنہ جہاں سوز کا بنیادی سبب وہی ہے، جس کی نشاندہی رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے، آخرت کا یقین بے حد کمزور اور آخرت کی نعمتوں اور راحتوں کا تصور تقریباً ختم ہو چکا ہے، مادی نعمتیں اور ان کا تصور اس قدر غالب ہے کہ روحانی قدریں مضمحل ہو چکی ہیں، یہی وجہ ہے کہ آج انسانوں کی چھوٹائی وبڑائی، عزت وذلت اور بلندی وپستی کی پیمائش "ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم" کے پیمانے سے نہیں ہوتی، بلکہ پیٹ اور جیب کے پیمانے سے ہوتی ہے، مادیت اس سیلاب میں پہلے ایمان ویقین رخصت ہوا پھر انسانی اخلاق ملیامیٹ ہوئے پھر اسوۂ نبوت سے وابستگی کمزور ہو کر، اعمال صالحہ کی فضا ختم ہوئی، پھر معاشرت ومعاملات کی گاڑی لائن سے اتری، پھر سیاست وتمدن تباہ ہوا اور اب مادیت کا یہ طوفان انسانیت کو بہیمیت کے گڑھے میں دھکیل رہا ہے، انفرادی بے اصولی اور آوارگی و بے راہ روی اور بے رحمی وشقاوت کا وہ دور دورہ ہے کہ الامان والحفیظ۔

الغرض اس پیٹ کے فتنے نے ساری دنیا کی کایا پلٹ ڈالی ہے، دنیا بھر کے عقلاء پیٹ کی فتنہ سامانی کے سامنے بے بس نظر آتے ہیں، وہ اس فتنہ کے ہول ناک نتائج کا تدارک بھی کرنا چاہتے ہیں، مگر صد حیف کہ علاج کے لیے ٹھیک وہی چیز تجویز کی جاتی ہے، جو خود سبب مرض ہے، درحقیقت انبیاءؑ ہی انسانیت کے نباض ہیں اور انہیں کا تجویز کردہ علاج اس مریض کے لیے کارگر ہوتا ہے، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ہول ناک مرض کی صحیح تشخیص بہت پہلے فرما دی تھی، چنانچہ ارشاد فرمایا: بخدا! مجھے تم پر فقر کا اندیشہ قطعاً نہیں، بلکہ اندیشہ ہے کہ تم پر دنیا پھیلا دی جائے، جیسا کہ تم سے پہلوں پر پھیلائی گئی، پھر تم پہلوں کی طرح ایک دوسرے سے آگے بڑھ کر اسے حاصل کرنے کی کوشش کرو، پھر اس نے جیسے ان کو برباد کیا، تمہیں بھی برباد کر ڈالے۔ [بخاری ومسلم]

لیجیے! یہ تھا وہ نقطۂ آغاز، جس سے انسانیت کا بگاڑ شروع ہوا، یعنی دنیا کو نفیس اور قیمتی چیز سمجھنا اور ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر اس پر جھپٹنا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشخیص پر ہی اکتفا نہیں کیا، بلکہ اس کے لیے ایک جامع نسخۂ شفا بھی تجویز فرمایا، جس کا ایک جزء اعتقادی ہے اور دوسرا عملی۔

اعتقادی جزء یہ ہے کہ اس حقیقت کو ہر موقع پر مستحضر رکھا جائے کہ اس دنیا میں ہم چند لمحوں کے مہمان ہیں، یہاں کی ہر راحت وآسائش فانی ہے اور ہر تکلیف ومشقت بھی ختم ہونے والی ہے، یہاں کے لذائذ وشہوات، آخرت کی بیش بہا نعمتوں اور لازوال راحتوں کے مقابلے میں کالعدم اور ہیچ ہیں، قرآن کریم اس اعتقاد کے لیے سراپا دعوت ہے اور سینکڑوں جگہ اس حقیقت کو بیان فرمایا گیا ہے، سورہ اعلیٰ میں نہایت بلیغ، مختصر اور جامع الفاظ میں اس پر متنبہ فرمایا: "(کان کھول کر سن لو! کہ تم آخرت کو اہمیت نہیں دیتے) بلکہ دنیا کی زندگی کو اس پر ترجیح دیتے ہو، حالاں کہ آخرت دنیا سے بدرجہا بہتر اور لازوال ہے"۔ [سورہ اعلیٰ/۱۶، ۱۷]

اور عملی حصہ اس نسخہ کا یہ ہے کہ دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کی تیاری میں مشغول ہوا جائے اور بطور پرہیز کے حرام اور مشتبہ چیزوں کو زہر سمجھ کر ان سے کلی پرہیز کیا جائے، یہاں کے لذائذ وشہوات میں انہماک سے کنارہ کشی اختیار کی جائے، دنیا کے مال واسباب، زن وفرزند، خویش واقرباء اور قبیلہ و برادری کے سارے قصے، زندگی کی ایک ناگزیر ضرورت سمجھ کر صرف بقدر ضرورت ہی اختیار کیے جائیں، ان میں سے کسی چیز کو بھی دنیا میں عیش و [illegible]

اختیار نہ کیا جائے اور نہ یہاں کی عیش کوشی کو زندگی کا مقصد اور موضوع بنایا جائے، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: "عیش وعشرت سے پرہیز کرو، کیونکہ اللہ کے بندے عیش پرست نہیں ہوتے"۔ تعجب ہے کہ اگر کسی ڈاکٹر کی رائے ہو کہ دودھ، گھی، گوشت، چاول وغیرہ کا استعمال مضر ہے تو اس کے مشورے اور اشارے سے تمام نعمتیں ترک کی جا سکتی ہیں، لیکن خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح ارشادات اور وحی آسمانی کے صاف احکام پر ادنیٰ سے ادنیٰ لذت کا ترک کرنا گوارا نہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آل واصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگی اور معیار زندگی کو اول سے آخر تک دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ دنیا کی نعمتوں سے دل بستگی سراسر جنون ہے، صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہؓ کا قصہ مروی ہے کہ کچھ لوگوں پر ان کا گزر ہوا، جن کے سامنے بھنا ہوا گوشت رکھا تھا، انہوں نے حضرت ابوہریرہؓ کو کھانے کی دعوت دی، آپؓ نے انکار کر دیا اور فرمایا: "حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایسی حالت میں دنیا سے رخصت ہوئے کہ جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہ کھائی، مہینوں پر مہینے گزر جاتے مگر کاشانہ نبوت میں نہ رات کو چراغ جلتا، نہ دن کو چولہا گرم ہوتا، پانی اور کھجور پر گزر بسر ہوتی، وہ بھی کبھی میسر آتیں، کبھی نہیں، تین تین دن کا فاقہ ہوتا، کمر سیدھی رکھنے کے لیے پیٹ پر پتھر باندھتے جاتے اور اسی حالت میں جہاد وقتال کے معرکے ہوتے"۔

الغرض زہد وقناعت، فقر وفاقہ، بلند ہمتی و جفاکشی اور دنیا کی آرائشوں سے بے رغبتی اور نفرت و بے زاری سیرت طیبہ کا طغرائے امتیاز تھی، اپنی حالت کا اس پاک زندگی سے مقابلہ کر [illegible]

ہم میں سے ہر شخص کو شرم آنی چاہیے، ہمارے یہاں سارا مسئلہ روٹی اور پیٹ کا ہے اور وہاں یہ سرے سے کوئی مسئلہ ہی نہیں تھا، ظاہر ہے کہ یہ زندگی بالقصد اختیار کی گئی تھی، تاکہ آئندہ نسلوں پر اللہ تعالیٰ کی حجت پوری ہو جائے، ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تو آپ کو من جانب اللہ کیا کچھ نہ دیا جا سکتا تھا؟ مگر دنیا کا یہ سازوسامان جس کے لیے ہم مر کھپ رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کی نظر میں اس قدر حقیر و ذلیل ہے کہ وہ اپنے محبوب ومقرب بندوں کو اس سے آلودہ نہیں کرنا چاہتے، بعض انبیاء علیہم السلام کو عظیم الشان سلطنت بھی دی گئی، مگر ان کے زہد وقناعت اور دنیا سے بے رغبتی اور بے زاری میں فرق نہیں آیا، ان کے پاس جو کچھ تھا وہ دوسروں کے لیے تھا، اپنے نفس کے لیے کچھ نہ تھا۔

الغرض فتنہ پیٹ کا صحیح علاج، جو انبیاء علیہم السلام اور بالخصوص سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے تجویز فرمایا ہے، انسان اس سے بچ نکلے تو ان شاء اللہ شہوت وفرج کے فتنے سے بھی محفوظ رہے گا، کیونکہ یہ خرمستی پیٹ بھرے آدمی کو ہی سوجھتی ہے، بھوکا آدمی اس کی آرزو کب کرے گا؟ ان ہی دو شہوتوں سے بچنے کا نام اسلام کی اصطلاح میں تقویٰ ہے، جس پر بڑی بڑی بشارتیں دی گئی ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح ضعیف مریض کو بقائے حیات کے لیے ہلکی پھلکی، معمولی غذا کا مشورہ دیا جاتا ہے اور زبان کے چسکے سے بچنے کی سخت تاکید کی جاتی ہے تاکہ مطلوبہ صحت نصیب ہو، بس! ایسی حیثیت اسلام کی نظر میں دنیا کی ہے۔

☆☆☆☆☆

Declaration Of Ownership & Other Details
Form-4 Rule-8

Name Of Paper:	Tameer-e-Hayat
Place Of Publication:	Lucknow
Periodicity Of Publication :	Fortnightly
Cheif Editor:	Shamsul Haque Nadwi
Nationality:	Indian
Address:	Campus Darul Uloom Nadwatul Ulama Tagore Marg.Lucknow U.P.INDIA
Printer & Publisher :	Athar Husain
Nationality:	Indian
Address:	21,Adnan Palli,Near Hira Public School Ring Road, Dubagga Kakori,Lucknow.

I Athar Husain Printer, Publisher Declare That The above information Is correct To the best of knowledge and belief.

Athar Husain

دعوت اسلام

برادران وطن میں

اسلام کا تعارف اور ہماری ذمہ داریاں

مولانا سید عبداللہ حسنی ندویؒ

یہ بات طے ہے کہ ہندوستان کا مسلمان اب کسی اور ملک کی طرف سفر کرنے والا نہیں ہے، بلکہ وہ ایک اچھے اور مفید شہری کی حیثیت سے زندگی گذارنے کا اعلان کر چکا ہے، لیکن صرف طے کر لینے یا اعلان کر دینے سے مسئلے حل نہیں ہو جاتے اور نہ استحقاق ثابت کیا جاتا ہے، اس کے لیے فکر کرنا اور ضروری اسباب اختیار کرنا لازمی ہے۔

ہندوستان کو اللہ تعالیٰ نے بعض ایسی صفات سے نوازا ہے جو کم ملکوں میں پائی جاتی ہیں، اس میں پریم ومحبت ہے، بھلی بات کی قدر ہے، احترام و تواضع ہے اور مل بیٹھ کر ایک دوسرے دکھ درد میں شریک ہونے اور اس میں تعاون کرنے کا جذبہ ہے، ایسی ملنسار اور پریمی زمین میں اللہ نے اپنے محبوب ومقبول بندوں کو بھیجا تا کہ وہ ایسی سرزمین میں بسنے رہنے والی قوم کو اللہ کی وحدانیت اور رسولؐ کی رسالت سے روشناس کرائیں تا کہ ان صفات میں مزید نکھار پیدا ہو اور اس سے مزید ہزاروں انسانیت کے چراغ روشن ہوں، ان اللہ کے نیک بندوں نے دعوت کا کام اپنی طاقت واستعداد سے کچھ آگے ہی بڑھ کر کیا جس کا مشاہدہ ہم کھلی آنکھوں سے کر رہے ہیں، سندھ میں مسلمانوں کی آمد سے آج تک نہ جانے کیسے کیسے حسین وخوشنما پھولوں نے اس گلستان ہند کو معطر کیا اور اب بھی اس میں کتنے ہی دلکش ودلآویز پھول اپنی مہک سے اس کو عطر بیز کرنے کی فکر میں ہیں۔

دعوت کی اہمیت

اسی دعوت کے لیے اللہ نے اپنے پیغامبر بھیجے جنھوں نے بے کم وکاست دعوت کا حق ادا کیا، حضرت نوحؑ سے لے کر حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم تک بے شمار رسول آئے، سب نے توحید کی شمع روشن کی اور اللہ کی معرفت کے لیے راہ ہموار کی، کسی کی صدا پر زیادہ انسانوں نے لبیک کہا اور کسی آواز پر کم لوگ آئے، اللہ کی حکمت کا تقاضا اور مشیت کا فیصلہ یہی تھا، کیونکہ دلوں کی دنیا میں تصرف اس نے صرف اپنے ہاتھ میں رکھا ہے، حدیث میں آتا ہے: بندوں کے دل رحمٰن کی انگلیوں میں ہیں ان کو جدھر چاہے پھیر دے۔[مشکوٰۃ]

اور قرآن مجید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا گیا:

"اِنَّكَ لَا تَهْدِىْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ" (تم جس کو پسند کرو اس کو ہدایت نہیں دے سکتے اور لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت عطا فرما دیتا ہے)۔

اسی کے ساتھ ساتھ دعوت کا کام غیر مسلموں میں کرنے کا تاکیدی حکم بے شمار قرآنی آیات میں اور بہت سی حدیثوں میں دیا گیا ہے، اور اس کے فضائل بھی بہت بیان کیے گئے ہیں، یہ ہمارا مسئلہ نہیں بلکہ ہم کو تو صرف اتنا حکم ہے کہ اسلوب و زبان اور حالات کے تقاضوں کو سمجھ کر دعوت کا کام کریں اگر اوپر ہدایت کے فیصلے ہو چکے ہیں تو نتائج محنت سے کہیں بڑھ کر سامنے آئیں گے، حضرت علیؓ کو مخاطب کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "تمہارے ذریعہ سے اللہ ایک فرد واحد کو ہدایت عطا فرما دے وہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے"، سرخ اونٹ اس زمانہ کے معیار سے اعلیٰ ترین چیز تھے۔

ان تمام باتوں کو سوچتے ہوئے ہر مسلمان کی یہ ذمہ داری ہو جاتی ہے کہ دعوت وہدایت کی کوشش اپنی استعداد وصلاحیت اور امکانی وسائل کے ذریعہ کرے، اور خاص طور سے ہندوستان کی موجودہ صورت حال کا تقاضا اور ماحول کا مطالبہ یہ ہے کہ ہر ہندوستانی مسلمان اپنی دعوتی حیثیت کو اجاگر کرے اور پورے ہندوستان کو میدان دعوت سمجھ کر کام شروع کر دے کیونکہ اگر اس نے اس دعوتی خلا کو اپنی دعوتی حیثیت کو اجاگر کر کے پر نہ کیا تو کوئی دوسرا اس خلا کو پر کرنے کے لیے اٹھے گا اور اس طرح بہت ہی قیمتی موقع ہاتھ سے جاتا رہے گا اور عرصہ تک کے لیے دعوت کا دروازہ بند ہو جائے گا، اس کے لیے ہمارا مندرجہ ذیل باتوں اور طریقوں کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی صلاحیت اور حیثیت کے اعتبار سے میدان عمل میں آجانا ضروری ہے۔

اسلامی نمونہ

سب سے زیادہ کامیاب مفید اور تیر بہ ہدف طریقہ برادران وطن کے سامنے اسلام کا چلتا پھرتا نمونہ اور اسلامی تعلیمات کی جیتی جاگتی تصویر پیش

کرنا ہے، یہ طریقہ پہلی صدی سے آج تک اپنی کامیابی اور اثر انگیزی میں بے نظیر رہا ہے، جب بھی اس طریقہ سے کام لیا گیا دلوں کی دنیا بدل گئی، سوسائٹیوں کا نقشہ تبدیل ہو گیا، دشمن دوست ہو گئے، بیگانے اپنے بن گئے اور دیکھتے دیکھتے کفر و شرک کی گندی بستی کے رہنے والے اسلام وایمان کے گلشن کے جانفزا اور روح پرور جھونکوں سے جھوم جھوم گئے اور اچانک موسم خزاں موسم بہار میں بدل گیا۔

سیرت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد جتنے لوگ اسلام میں داخل ہوئے اس سے پہلے نہیں ہوئے تھے کیونکہ اس صلح کے زمانے میں مکہ مشرکین کو اور دوسرے مقامات کے غیر مسلموں کو مدینہ منورہ کی پاکیزہ بستی کے پاکیزہ اخلاق دیکھنے کا قریب سے موقع ملا، ذہن کی گرہیں کھل گئیں، اسلام کی حقانیت روشن ہو گئی، اب کیا تھا جوق در جوق لوگ اسلام میں داخل ہونے لگے اور چند ہی دنوں میں لاکھوں انسانوں کا ایک سمندر تیار ہو گیا کیونکہ ہر شخص اپنا بھلا چاہتا ہے، ان کو اپنی بھلائی اس میں نظر آنے لگی، اس لیے بھلائی اختیار کرنے میں دیر نہیں لگی، یہی واقعات صحابہ کرامؓ کے ساتھ پیش آئے، جہاں گئے وہاں کی دنیا بدل دی، شمشیر کے زور پر نہیں اپنے عقیدہ کی پختگی سے، اخلاق کی پاکیزگی اور کردار کی بلندی سے، عدل و انصاف اور مساوات سے، اس کے بعد اور اس طرح چند سالوں میں دنیا کے بڑے حصے میں اسلام کا نام روشن اور کام نمایاں ہو گیا، یہی طریقہ ان کے غلاموں نے اپنایا اور اپنے اپنے زمانہ اور علاقہ میں اس سے خوب فائدہ پہونچایا یہاں تک کہ مختلف قافلے ہندوستان پہونچے اور یہاں بھی انھوں نے اپنے اسلاف کے طریقہ کو اختیار کیا اور مختصر عرصہ میں توحید کے علم برداروں اور رسالت کے متوالوں کا ایک جم غفیر تیار ہو گیا، حضرت شیخ معین الدین چشتیؒ آئے اور لاکھوں آدمی آپ کے ذریعہ مشرف بہ اسلام ہوئے، حضرت سید علی ہمدانیؒ نے اپنے رفقاء کے ساتھ کشمیر کا تین مرتبہ دورہ کیا، پورا کشمیر گرویدہ ہو گیا اور اسلام کا کلمہ پڑھنے لگا، اسی طرح نہ جانے کتنے اللہ کے بندے آئے اور پورے پورے علاقہ کو اسلام کے نور سے منور کر گئے، اخیر میں حضرت سید احمد شہیدؒ اپنے قافلہ کے ساتھ نکلے تو چالیس ہزار آدمی مشرف بہ اسلام ہوئے اور تیس لاکھ انسانوں نے توحید وسنت کی راہ اختیار کی اور جو لوگ بالواسطہ متاثر ہوئے ان کی تعداد خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

ایک قابل توجہ بات

اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم اپنے اسلاف کے ہم پلہ ہو جائیں اور دور صحابہؓ کے نمونے ہی پیش کریں، تو اسلام پھیل سکتا ہے ورنہ اسلام نہیں پھیل سکتا، یہ محال نہیں تو ناممکن ضرور ہے، کیونکہ شمع نبوت سے جس قدر دوری ہوتی جائے گی اتنی ہی تاریکی بڑھتی جائیگی، قوتیں اور صلاحیتیں کمزور ہوتی جائیں گی، اسی لیے قرآن مجید میں ہے کہ اللہ تعالیٰ طاقت وصلاحیت سے زیادہ کا حکم نہیں دیتا، ترمذی شریف کی روایت میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا کہ تم جس زمانہ میں ہو، اگر تم دسواں حصہ چھوڑ دو گے جس کا تم کو حکم دیا جا رہا ہے تو ہلاک ہو جاؤ گے، ایک زمانہ ایسا آئیگا کہ اگر اس زمانہ کے لوگ جس کا ان کو حکم دیا گیا ہے اس کے دسویں حصہ پر بھی عمل کر لے جائیں گے تو نجات پا جائیں گے، اس لیے اب کام زیادہ آسان ہے اور اگر خدا کا فیصلہ ہو چکا ہے تو ہدایت کی ہوائیں چلنے میں دیر نہیں لگے گی، حدیثوں سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ اسلام کا نور ہر گھر میں پہونچ کر رہے گا۔[مشکوٰۃ، مسند احمد]

کیا عجب ہے کہ ہندوستانی برادری کی اتنی بڑی تعداد کی قسمت میں ہدایت کا نور پہونچ گیا ہو جس کے ظہور کا وقت آرہا ہو جس کی طرف اشارے ہمارے ہندوستان کے چوٹی کے بزرگ اور اللہ کے محبوب بندے کر چکے ہیں، خاص طور سے حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اپنے مکتوبات میں اور حضرت سید احمد شہیدؒ نے اپنے ملفوظات میں کہیں صراحۃً اور کہیں اشارۃً ہندوستان میں دین اسلام کی ترقی کی امید ظاہر کی ہے، بس دعوتی کام کے سلسلہ میں مزید دو باتیں ذہن میں تازہ رکھنے کی ہیں۔

بعض لوگ یہ شکایت کرتے نظر آجاتے ہیں کہ ماضی میں اگر اجتماعی منظم کام کیا جاتا تو آج ہندوستان کا نقشہ کچھ اور ہوتا اور اتنی پریشانیاں ہم کو نہ اٹھانی پڑتیں، اللہ کے سارے کام حکمت پر مبنی ہوتے ہیں، معلوم نہیں اس میں کیا کیا حکمتیں ہوں گی، لیکن یہ ہماری خوش نصیبی معلوم ہوتی ہے کہ ہم کو کام کا میدان ملا ہے، اگر اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس ہدایت عامہ کے لیے قبول فرما لیا اور کچھ بندوں کو ہم نے صحیح راہ پر لگا دیا تو اس کے اجر و ثواب کا ہم اندازہ کر سکتے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہم اسلام کی تعلیمات کو اپنا کر یا اسلام پر جتنا کچھ ہم عمل کر رہے ہیں اس کو صحیح نیت کے ساتھ دوسروں کے سامنے بھی رکھیں اور اسلام کی کسی بھی ادنیٰ سے ادنیٰ سنت سے شرمائیں

نہیں، معلوم نہیں اس کو کون سی ادا پسند آجائے کیونکہ اسلام کی ساری ادائیں دلفریب و دلنواز ہیں، چند نومسلموں کے تاثرات پڑھنے سے اندازہ ہوا کہ بظاہر معمولی چیز بھی اسلام کا سبب بن سکتی ہے، کسی کے دل کو نماز کے دلفریب منظر نے مسخر کیا اور کسی کو معاملات کی ستھرائی نے گرویدہ بنایا، کسی کو قرآن کے معجزانہ کلام نے اپنایا، کسی کو اسلام کے مکمل و محکم نظام نے اپنی طرف کھینچ لیا، اس لیے ہمارا کام اسلام کی تعلیمات پیش کردینا ہے، اگر ہدایت کا فیصلہ خداوندی ہو چکا ہے تو نتائج بہت ہی عمدہ اور خوش کن نکلیں گے۔

پیام انسانیت

سرزمین ہندوستان کو ہموار کرنے اور یہاں والوں کے دلوں کو تیار کرنے میں یہ تحریک بہت مؤثر رول ادا کرسکتی ہے، بلکہ یہ تحریک دعوتی کام کو کامیاب بنانے میں بہت ہی مفید اور نفع بخش کردار ادا کرسکتی ہے، تحریک کے داعی اول حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے اپنے انٹرویو میں یہ بات کہی تھی کہ پیام انسانیت ہی تحریک ملک کے تمام دینی، تعلیمی، علمی کوششوں اور تحریکوں کے لیے ایک حصار کی حیثیت رکھتی ہے، آگے کہتے ہیں اس تحریک کو میں ہر تحریک کا خادم اور معاون سمجھتا ہوں اور میرے نزدیک ہر دعوت و تحریک کو اس کا خیر مقدم کرنا چاہیے، کم سے کم اس کی حیثیت وہ ہے جو کسی فراش یا سقہ یا زمین برابر کرنے والے یا شامیانہ لگانے والے کی ہوتی ہے جس کے بعد کوئی بھی جلسہ یا اجتماع ہوسکتا ہے خواہ وہ خالص مذہبی نوعیت کا ہو یا تعلیمی بحث و مذاکرہ کا۔

خاص طور سے آج کل کے حالات کی ابتری، اخلاق کی انارکی اور خون انسانی کی ارزانی کو دیکھتے ہوئے اس کی اہمیت میں اور اضافہ ہوگیا ہے، اس اہم ضرورت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مولانا نے ایک تقریر میں فرمایا تھا:

"اغراض و تعصبات، قوم پرستی اور سیاسی مقاصد سے بالکل آزاد اور بے تعلق ہوکر عام انسانوں کے سامنے وہ حقیقتیں رکھی جائیں جن پر انسانیت کی نجات اور سلامتی موقوف ہے، اور جن کو نظر انداز کرکے ہمارا یہ پورا تمدن اور انسانی سوسائٹی اس وقت سخت خطرے سے دوچار ہے اور موت وزیست کی کشمکش میں گرفتار ہے، یہ حقیقت اپنے زمانے میں پیغمبروں نے بیان کی تھیں اور ان کے لیے سخت جدوجہد کی تھی، یہ حقیقتیں بھی زندہ ہیں، لیکن سیاسی تحریکوں، مادی تنظیموں اور قومی خود غرضیوں نے گرد و غبار کا ایسا طوفان کھڑا کردیا ہے کہ یہ روشن حقیقتیں ان کے اوٹ میں اوجھل ہوگئی ہیں، لیکن انسانی ضمیر ابھی مردہ اور انسانی ذہن ابھی مفلوج و معطل نہیں ہوا ہے، اور پوری بے غرضی، پورے یقین اور خلوص کے ساتھ ان حقیقتوں کو عام فہم اور دل نشیں انداز میں بیان کیا جائے تو انسانی ضمیر و ذہن اپنا کام کرنے لگتا ہے اور بڑی گرم جوشی سے ان حقیقتوں کا استقبال کرتا ہے اور بعض وقت تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان تقریروں میں اس کے دل کی ترجمانی اور اس کے درد کا مداوا ہے"۔

اس مختصر اور جامع اقتباس سے تحریک کی اہمیت و افادیت اور اس کی معنویت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے، لیکن ذہن و دماغ میں افادیت و اہمیت کا واضح ہو جانا کافی نہیں، بلکہ اس کے لیے اپنی استعداد اور امکانات کی حد تک آگے بڑھانے کی بھی ضرورت ہے جس کے لیے مندرجہ ذیل کام کرنے ہوں گے۔

۱- تحریک کا جو لٹریچر تیار ہو چکا ہے، اس کو ہمہ وقت اپنے پاس رکھنا، سفر میں حضر میں اور برابر ایسے لوگوں سے ملتے رہنا جو اس سے اتفاق کرتے ہوں اور ان کو لٹریچر فراہم کرنا اور لٹریچر آفس "پیام انسانیت" لکھنؤ سے حاصل کرنا اور اگر ممکن ہو تو اس میں سے کسی کتابچہ کا انتخاب کرکے مقامی زبان میں چھپوا کر تقسیم کرا دینا اور برابر اس کام کو جاری رکھنا۔

۲- جب پیام انسانیت کے لیے مختلف حضرات کے دورے ہوں تو ان کا بھرپور تعاون کرنا اور خاص طور سے غیر مسلموں سے پہلے سے رابطہ قائم کرکے ایسے جلسوں میں شرکت کے لیے آمادہ کرنا۔

۳- کچھ فعال اور مخلص کارکنوں کا انتخاب کرکے مختلف علاقوں میں جاکر تحریک کا تعارف کرانا اور اس کے لیے کوئی مخصوص جگہ متعین کرکے اس کا مذاکرہ کرنا اور اس کے لیے مخلص و سمجھدار علماء کو تقریر کی دعوت دینا۔

۴- مختلف پسماندہ علاقوں اور شہر سے دور دیہاتوں میں مختلف کیمپوں کا انتظام کرنا اور اس کے سلسلہ میں مقامی و بیرونی ڈاکٹروں سے رابطہ قائم کرکے ان سے تعاون لینا جس میں ان شاء اللہ بڑی کامیابی ہوگی، اس کا تجربہ بھی بعض علاقوں میں کیا گیا ہو جو بہت کامیاب رہا اور اس کے بہت اچھے نتائج سامنے آئے۔

مظلوم کی مدد اور کچلے ہوئے طبقوں سے ہمدردی

ہمارے اس ملک کی زیادہ آبادی ایسے لوگوں پر مشتمل ہے جو ہزاروں سال سے کچلے جا رہے ہیں

اور ان کے ساتھ ناروا سلوک کیا جا رہا ہے، کوئی ظلم ایسا نہیں جو ان پر کیا نہیں گیا اور خاص طور سے ایک طبقہ برابر ان کا استحصال کرتا رہا ہے اور برابر وہ اس استحصال کو قائم رکھنا چاہتا ہے، پہلی مرتبہ ہندوستان کے بادشاہ قطب الدین ایبک نے ان کو شہر میں داخلہ کی اجازت اور رہنے کی سہولت دی تھی ورنہ اس سے قبل سورج غروب ہونے سے پہلے فصیل شہر سے باہر چلا جانا ان کے لیے ضروری تھا، جانوروں کی سی زندگی گذارتے گذارتے وہ غلامی کے ایسے خوگر ہوگئے تھے کہ بلند ہمتی اور خودداری جیسی انسانی صفات سے بالکل خالی ہوگئے تھے، لیکن اب زمانہ نے کروٹ لی ہے، کچلے پسے مظلوم اٹھنے کی کوشش کرنے لگے ہیں، ہمارے ملک کی یہی طبقاتی کشمکش جو دو ہزار دو سو ستائیس خاندانوں میں بٹی قوم کی کش مکش ہے جو پھر سے نئے حوصلے کے ساتھ اٹھ رہی ہے، اس وقت ان کو نئے سہارے کی ضرورت ہے، نئی پشت پناہی کی ضرورت ہے، نئے ہاتھ کی ضرورت ہے، لیکن پوری حکمت و دانائی کے ساتھ، مکمل چوکسی اور ہوش مندی کے ساتھ اور پورے خلوص اور ہمت کے ساتھ، آج ان کی نظریں ہماری طرف اٹھ رہی ہیں لیکن جھجک کے ساتھ، ہاتھ ہماری طرف بڑھ رہے ہیں لیکن تحفظ کے ساتھ، قدم ہماری طرف اٹھ رہے ہیں لیکن ہچکچاہٹ کے ساتھ، اس کے بھی اسباب ہیں جو ہمارے ماضی میں بکھرے ہوئے ہیں جن کو دوہرانے کا فائدہ نہیں، ہمارا کام مستقبل پر نظر رکھتے ہوئے قرآن و سنت اور سیرت نبوی کی روشنی میں آگے بڑھنا ہے۔

اس طبقاتی کش مکش کا گہرائی سے مطالعہ کرکے اس کے لیے لائحہ عمل تیار کرنا اور جو ہمیشہ کچلے گئے ان کے شعور کو بیدار کرنا اور ان کے اندر خود اعتمادی پیدا کرنا، اپنا حق لینے کا جذبہ پیدا کرنا، اور اس سلسلہ میں ان کا ہر ممکن تعاون کرنا اور تمام امکانی وسائل پوری سرگرمی اور محنت سے اس کے لیے استعمال کرنا۔

آج کل فرقہ واریت کا جو طوفان کھڑا کیا گیا ہے، اس کے پیچھے بھی جو عوامل کارفرما ہیں ان میں سب سے اہم اور بنیادی اس استحصال کا باقی رکھنا ہے اور پھر دور غلامی کی تاریخ دہرانے کا ہے تاکہ جس طرح ایک طبقہ ہمیشہ تخت و سلطنت کا وارث رہا ہے، وہ اسی طرح وراثت پاتا رہے اور حقیقی وارث محجوب ہی رہیں اور محرومی کی زندگی گذارتے رہے ہیں۔

یہ ایک حقیقت ہے، داعیانہ جذبہ نہ ہونے اور اسلام کو صحیح نہ سمجھنے کی وجہ سے ایک طبقہ مسلمانوں کا ان کو وہ ہمدردی اور تعاون نہ دے سکا جو ان کا حق تھا، بلکہ وہ مسلمان طبقاتی کش مکش میں خود مبتلا ہونے لگا حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی جاہلیت زدہ ذہنیت کو پوری طرح کچلنے اور ختم کرنے کی کوشش فرمائی تھی، صلح حدیبیہ کے موقع پر صلح سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو غلام بھاگ کر آگئے اور مسلمان ہوگئے، ان کے آقاؤں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لکھا کہ اے محمدؐ! یہ تمہارے دین کی خواہش میں مسلمان نہیں ہوئے ہیں، بلکہ اپنی غلامی سے بچنے کی خاطر یہ راستہ اختیار کیا ہے، کچھ مسلمانوں نے اس بات کی تائید کی اور اس کو واپس بھیج دینے کی سفارش کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر سخت ناراض ہوئے اور فرمایا:

"اے قریشیو! تم باز آنے والے نہیں معلوم ہوتے جب تک اللہ تعالیٰ کسی ایسے کو تم پر مسلط نہ کردے جو تم کو اس طرح کی باتوں پر تہ تیغ کرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کچلے مظلوم غلاموں کو واپس بھیجنے سے انکار کردیا نیز فرمایا: یہ اللہ کے آزاد کردہ ہیں"۔

آپ نے تمام مسلمانوں کو یہ پیغام دیا تھا کہ انسان انسان ہے چاہے کسی طبقہ اور برادری سے تعلق رکھتا ہو، اگر وہ ہمارے پاس آتا ہے اور اسلام قبول کرتا ہے تو اس کا درجہ کسی سے کم نہیں، لیکن ہم برادران وطن سے متاثر ہونے کی وجہ سے ایسا کرنے سے اب تک قاصر رہے، اس کا قدرتی نتیجہ یہ ہوا کہ وہ طبقہ جو اپنی ہوشیاری اور مکاری سے ان کچلے ہوئے طبقوں کا غلط فائدہ اٹھاتا رہا تھا، وہ اسی طرح مسلمانوں کے خلاف ان کو استعمال کرتا رہا جس کا نتیجہ یہ بھی ہوا کہ مسلمان انہی کم پڑھے لکھے لوگوں کو اپنا حریف تصور کرنے لگے، اور ان کے دماغوں میں ایک کانٹا چبھ گیا کہ ان سے خیر کی امید نہیں ہے، مسلمانوں کے ذہن سے یہ بات دور ہونے لگی کہ سب آدمؑ کی اولاد ہیں، سب آپس میں بھائی بھائی ہیں، مظلوم کا ساتھ دینا اور کمزور کا ہاتھ بٹانا اسلام کا خاص پیغام ہے، مکر و فریب میں گرفتار لوگوں کو نکال کر شاہراہ معرفت پر لگانا بہت بڑے اجر و ثواب کا کام اور عمل ہے۔

الحمدللہ اب مسلمانوں میں اس کا شعور پیدا ہو چلا ہے، لیکن ابھی رفتار میں سستی اور تعاون میں کمی ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے کام کے لیے قبول فرمالے اور ہم کو ذریعہ ہدایت بنا کر ہم کو اپنے خاص فضل سے نوازے۔ (آمین)

☆☆☆☆☆

مسلم دنیا

مالی: مغربی طاقتوں کی نئی رزم گاہ

پروفیسر شہزادالحسن چشتی

۱۱ جنوری ۲۰۱۳ء کو شمال مغربی افریقہ کے ملک مالی کے شمالی علاقے میں فرانس نے مجاہدین کے خلاف اپنی زمینی فوجیں اتاردیں اور بے تحاشہ بم باری کی، گذشتہ سال، اپریل ۲۰۱۲ء میں مالی کے شمالی حصے میں مجاہد قبائل جنوب کی مرکزی حکومت سے علیحدگی اختیار کرکے ملک کے ۶۰ فیصد حصے پر قابض ہوگئے، اور ۶؍اپریل کو ''مملکت ازداد'' کے قیام وآزادی کا اعلان کردیا، اس مملکت میں اہم شہر ٹمبکٹو، کدار اور موپتی شامل ہیں، مجاہدین نے جنوب میں بھی مزید علاقے پر قبضہ کرلیا، اس طرح اہم شہر کونا اور چاول کے کھیتوں اور ماہی گیروں کی کشتیوں سے گھرے شہر ڈایابیلی پر بھی ۱۴؍جنوری کو قبضہ کرلیا، یہ شہر مرکزی محل وقوع کا حامل ہے اور ملک کے کئی اہم راستوں کے سنگم پر واقع ہے، بعض اطلاعات کے مطابق فرانس نے یہ علاقہ خالی کروالیا ہے۔

مالی کسی زمانے میں اسلامی تہذیب کا ایک روشن ستارہ ہوا کرتا تھا، حالیہ مسلح کارروائیوں کے سبب باقاعدہ جنگ کا میدان بنا ہوا ہے، شمالی مالی کا اہم مجاہد گروپ ''انصارالدین'' ہے، جو مالی کو اسلامی امارت بنانا چاہتا ہے، مسلمانوں کا ایک اور گروپ لبرل گروپ ہے، جس نے مرکزی حکومت سے آزادی کے اعلان سے قطع تعلق کا اعلان کیا ہے، وہ پہلے اعلان آزادی میں اسلامی قوتوں کے ساتھ تھا، ''انصارالدین'' کے کمانڈر عمر نے اعلان کیا ہے کہ ہماری جنگ اسلامی اصولوں کے مطابق لڑی جائے گی، ہم بغاوت اور علیحدگی کی تحریک کے خلاف ہیں، ہم اس انقلاب کے خلاف ہیں جو اسلام کے مطابق نہ ہو، ہم اللہ کی رضا کے لیے سب کچھ کررہے ہیں۔

مالی شمالی مغربی افریقہ میں صحرا کے ریگستان میں ایک مسلمان مملکت ہے، اس کی آبادی ایک کروڑ ۴۵ لاکھ ۱۸ ہزار سے زائد ہے، جب کہ رقبہ ۱۲ لاکھ ۴۰ ہزار ایک سو ۹۲ مربع کلومیٹر ہے، ۸۰ فیصد آبادی مسلمان ہے، جو مختلف قبائل پر مشتمل ہے، ۲ فی صد عیسائی ہیں، جب کہ ۱۸ فی صد مظاہر پرست ہیں، دارالحکومت باما کو جنوبی علاقے کا بڑا شہر ہے، ملک معدنی ذخائر سے مالا مال ہے، خصوصاً یورینیم کے ذخائر بڑے پیمانے پر موجود ہیں، جن پر بیرونی قوتوں کی للچائی نگاہ ہے، ''اتحاد افریقی علماء'' نام کی ایک تنظیم کے مطابق حکومت مخالف مسلح تنظیمیں دو طرح کی ہیں، ایک تو قومی تحریک برائے آزادی ازداد ہے جو علاقے میں ایک خودمختار سیکولر ریاست قائم کرنا چاہتی ہے، دوسرے نفاذ شریعت کا مطالبہ کرنے والی مسلح تحریکیں ہیں جن میں دو گروہ ہیں، ''انصار الدین'' نامی گروہ سب سے بڑا گروہ ہے، دو تحریک توحید و جہاد ہے، اس میں مالی کے علاوہ موریطانیہ اور الجزائر کے نوجوان بھی بڑی تعداد میں شامل ہیں۔

۱۹۶۰ء میں مالی کو فرانس کی استعماری حکومت سے آزادی ملی، جاتے جاتے فرانس نے اپنے گماشتوں کی حکومت قائم کردی، تب سے اب تک ملک میں کئی فوجی بغاوتیں ہوچکی ہیں اور ازداد کی علاحدگی کا اب یہ چوتھی بڑی کاوش ہے، جہاں آزاد حکومت قائم کرنے کا اعلان کیا گیا ہے۔

جب سے مالی میں موجودہ صورت حال نے جنم لیا ہے، قدرتی طور پر فرانس پر وحشت طاری ہے کیونکہ وہاں اس کے مفادات خطرے میں ہیں، لہٰذا اس نے واویلا شروع کردیا ہے، اپنے یورپی ہمسایوں، امریکا اور اقوام متحدہ کو دہائی دے رہا ہے، انسانی حقوق کی انجمنوں کو توجہ دلا رہا ہے، افریقی ممالک کی یونین (Wcowas) سے مدد کی درخواست کی گئی ہے کہ اس خطرے سے نپٹا جائے، افریقی ممالک کی یونین خصوصاً نائجیریا نے اپنی فوجیں جلد بھیجنے کی حامی بھرلی ہے، توگو اور نائجیریا سے کچھ فوجی بھی پہنچ گئے ہیں، ۱۶۰۰ فوجی نائجیریا میں موجود ہیں۔

فرانس نے گذشتہ سال اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل سے ایک قرارداد منظور کرائی جس کا مقصد مالی میں شمالی علاقوں سے باغیوں کا قبضہ ختم کرانا اور افریقی اتحاد کی افواج کو وہاں تعینات کرنا تھا، لیکن جب افریقی اتحاد کی فوج کو مالی میں کارروائی کے حوالے سے دیر ہوئی تو فرانس نے اپنی زمینی فوجیں اقوام متحدہ کی اجازت کے بغیر مالی کے شمالی حصے میں اتاردی ہیں، تقریباً ۱۹۰۰ فوجی، ان فوجیوں نے فوجی کارروائی شروع کردی ہے اور فوجی طیاروں سے بم باری کی جارہی ہے۔

اس کے باجود وہ اب تک کوئی بڑی کامیابی حاصل نہیں کرسکا ہے، مغربی ذرائع کا کہنا ہے کہ بڑی تعداد میں مجاہدین ہلاک ہوئے ہیں، اور انھوں نے علاقے کو چھوڑ کر بھاگنا شروع کردیا ہے، پھر یہ بھی اطلاع دی گئی ہے کہ قبائل نے فرانس کے فوجیوں کا ہاتھ ہلا ہلا کر استقبال کیا ہے، ساتھ ہی یہ بھی اطلاع ہے کہ بڑی سخت مزاحمت ہے، اور مجاہدین اپنے محفوظ ٹھکانوں سے حملہ آور ہورہے ہیں۔

فرانس نے امریکا اور دوسرے ممالک کو متوجہ کرنے کے لیے یہ شوشہ بھی چھوڑا ہے کہ القاعدہ کا ایک گروپ جو لیبیا میں برسرپیکار تھا، وہ وہاں سے فارغ ہوکر مالی مجاہدین کی مدد کو آپہنچا ہے لیکن امریکا کے ڈیفنس سیکریٹری لیون ہرپینٹا نے کہا ہے کہ القاعدہ کے حوالے سے ہمارا اصل ہدف یمن اور صومالیہ ہیں، جہاں القاعدہ کے مراکز ہیں، ابھی القاعدہ نے مالی یا شمالی افریقہ میں کوئی مرکز قائم نہیں کیا ہے، ہماری مدد فنی نوعیت کی ہی ہوگی، پھر یہ کوشش بھی ہے کہ نائجیریا کے بوکوحرام نامی مسلمان مجاہدین کو اس قضیے میں ملوث قرار دیا جارہا ہے۔

برطانیہ کے لیے مالی کے حالات پریشان کن ہیں، اس نے فرانس کی فوجی کارروائی کی حمایت کی ہے، حکومت برطانیہ نے کہا ہے کہ وہ اخلاقی مدد فراہم کرے گی، یعنی محدود پیمانے پر لاجسٹک مدد جو دو بڑے RAF C 17 جنگی ٹرانسپورٹ جہازوں پر مشتمل ہوگی، اور چند تکنیکی فوجی ماہرین ان کی حفاظت کے لیے ساتھ ہوں گے، اسی طرح کی حمایت کا اعلان کناڈا کی حکومت نے بھی کیا ہے، یوروپی یونین کئی ہزار فوجی نوجوانوں پر مشتمل قافلہ آئندہ چند ہفتوں میں روانہ کرے گا۔

فرانس کی فوجی مداخلت اور دوسری کارروائیوں کے باعث مالی کی حالت بد سے بدتر ہوتی جارہی ہے، فرانس نے ناٹو سے بھی درخواست کی ہے کہ وہ مالی کے حالات کے پیش نظر وہاں فوجی کارروائی کرے، جب کہ خود فرانس ناٹو کی فوجوں سے علاحدہ ہوکر افغانستان سے بھاگ کھڑا ہوا ہے۔

فرانس اور مغربی دنیا مالی کے مجاہدین کو مسلم شدت پسند اور دہشت گرد قرار دیتے ہیں، یہ شدت پسند اپنے زیر قبضہ علاقوں میں اسلامی قوانین نافذ کرنا چاہتے ہیں، مجاہدین کی صفوں میں رخنہ ڈالنے کے لیے یہ حکمت عملی اختیار کی جارہی ہے کہ مالی کے مختلف مذہبی اور غیر مذہبی گروپوں کو آپس میں الجھادیا جائے، لہٰذا آزاد خیال گروپ کو ان سے علاحدہ کرنے کی کوشش کی گئی، مغربی افریقہ میں چونکہ تصوف کے بڑے اثرات ہیں، ان کی چھوٹی بڑی خانقاہ ہیں، درگاہیں اور ذکر وفکر کے مراکز ہیں، ان کو بھی ورغلایا جارہا ہے، اور ساتھ ہی قدامت پسندوں کو بھی ابھارا جارہا ہے، اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مغربی دنیا بنیادی طور پر صہیونیوں کے زیر اثر ہے، اور صلیبی جنگ کے حوالے سے بھی پرامن اسلامی شریعت کے نفاذ کو ہر حال میں روکنا چاہتی ہے، گویا یہ کہ ساری کوششیں اپنے ذاتی مفاد کے پیش نظر اور اسلام کے غلبے کو روکنے کے لیے ہیں۔

جنوبی مالی کو بچانے اور مجاہدین کا زور توڑنے کے ابتدائی مقصد کے حوالے سے فرانسیسی فوجوں کی کارروائی اب تک کی اطلاعات کے مطابق کامیاب دکھائی دیتی ہے، افریقی ممالک، یورپی یونین، برطانیہ اور امریکا، کناڈا، ڈنمارک سے مختلف نوعیت کی مدد پہنچنا شروع ہوچکی ہے، پھر فرانسیسیوں کا خیال ہے کہ چونکہ مالی کے دیہی علاقوں میں مجاہدین نے لوگوں کو جینا حرام کر رکھا ہے اس لیے ممکن ہے کہ بہت سے شہری ان سے انتقام لینے کے معاملے میں فرانس کی فوجوں سے مدد لیں، ان حالات کے پیش نظر فرانس کے وزیر خارجہ لارینٹ جنیفس کا کہنا ہے کہ مالی میں فرانسیسی فوجی کارروائی چند ہفتوں کا معاملہ ہے، لیکن ''دی اکانومسٹ'' نے اپنے ۲۶؍جنوری کے شمارے میں رائے ظاہر کی ہے: ''مگر ایسا لگتا نہیں ہے''۔ ہوسکتا ہے کہ مالی میں حقیقی استحکام پیدا کرنے میں مزید کچھ وقت لگ جائے، ایک خیال یہ بھی ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ فرانس ناٹو افواج کی موجودگی کے باوجود افغانستان کے میدان جہاد کو چھوڑ بھاگا تھا تو مالی کے میدان میں سے بھی رفوچکر ہوجائے۔

☆☆☆☆☆

دعائے مغفرت

☆ استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء مولانا شہاب الدین ندوی کے خسر محترم جناب ممتاز علی خاں (بلڈانہ، مہاراشٹر) کا ۴؍مارچ ۲۰۱۳ء کو ۸۲ سال کی عمر میں طویل علالت کے بعد انتقال ہوگیا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم شریف، متدین، صاحب اخلاق وعمل صالح اور علماء وصلحاء سے مخلصانہ تعلق رکھنے والے تھے، مرحوم کے تین لڑکے (مجاہد اقبال ندوی، مدثر احسن ندوی، محمد اویس ندوی) دارالعلوم ندوۃ العلماء کے فیض یافتہ ہیں اور دینی ودعوتی کاموں سے وابستہ ہیں جوان شاءاللہ مرحوم کے لیے ذخیرۂ آخرت ہوں گے۔

☆ دارالعلوم ہی میں شعبہ حفظ کے استاد حافظ محمد ہاشم صاحب کی والدہ محترمہ کا ۱۸؍مارچ ۲۰۱۳ء کو برین ہیمبرج کے حملے سے انتقال ہوگیا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔ پسماندگان میں دو بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔

☆ مدرسہ معین الاسلام، بلہرہ (بارہ بنکی) کے مہتمم قاری محمد رفیق ندوی کے جواں سال داماد محمد نسیم (عمر ۲۶ سال) کا ۵؍مارچ ۲۰۱۳ء کو انتقال ایک حادثہ میں ہوگیا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ سب کی بال بال مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے، قارئین ''تعمیر حیات'' سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

☆☆☆

فقہ و فتاویٰ

سوال و جواب

مفتی محمد ظفر عالم ندوی

سوال: آج کل ہمارے ملک میں عام طور پر کوئی کام بغیر رشوت کے نہیں ہوتا، اگر کوئی کام جائز ہو اس میں دوسرے کا نقصان بھی نہ ہو، اور بغیر رشوت کے کام نہ ہو پائے تو ایسی صورت میں رشوت دے کر کام کرایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ کیا رشوت دینے والا گنہگار تو نہیں ہوگا؟

جواب: رشوت اسلام میں حرام ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت لینے والے اور رشوت دینے والے دونوں پر لعنت بھیجی ہے۔ "لعن رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم الراشی و المرتشی"۔ [ابوداود: ۲/ ۵۰۴] لیکن اپنا کوئی جائز حق اور کام ہو، اس کے وصول کرنے پر دوسرے پر ظلم نہ ہوتا ہو اور بغیر رشوت کے وہ حق نہ مل پا رہا ہو تو مجبوری کی حالت میں رشوت دینے کی گنجائش ہوگی لیکن رشوت لینا بہر صورت حرام ہے، علامہ شامیؒ نے صراحت کی ہے کہ جان و مال کے ضرر سے بچنے کے لیے رشوت دینے کی گنجائش ہے لیکن لینے والے کے لیے حرام ہے۔ [ردالمحتار: ۸/ ۳۵]

سوال: اگر کوئی سرکاری آفس میں ملازم ہو اور روپے کی سخت ضرورت ہو تو ایسی حالت میں رشوت لینے کی اس کے لیے گنجائش ہے یا نہیں؟

جواب: رشوت لینا حرام ہے، سخت گناہ اور اللہ کی لعنت کا باعث ہے، اس لیے سخت ضرورت اور مجبوری کی حالت میں بھی رشوت لینا جائز نہیں، اگر کسی کو سخت ضرورت ہو تو اس کی تکمیل کے لیے کوئی جائز طریقہ اختیار کرے۔ "ولا یجوز أخذ المال لیفعل" "رشوت لے کر کوئی کام کرنا جائز نہیں ہے۔ [حوالہ سابق]

سوال: آج کل یہ رواج ہوگیا ہے کہ مختلف کاموں کو انجام دینے والے لوگ گاہک بھیجنے والے کو کمیشن دیتے ہیں جیسے اکسرے والے مریض بھیجنے والے ڈاکٹروں کو کمیشن دیتے ہیں، اسی طرح ہوٹل والے اسٹیشن سے مسافر لانے والے رکشہ و آٹو کے ڈرائیوروں کو کمیشن دیتے ہیں، کیا ڈاکٹروں اور رکشہ والوں کے لیے یہ کمیشن لینا جائز ہے؟

جواب: کمیشن کی یہ صورت جو آج کل کافی رائج ہو چکی ہے، رشوت میں داخل ہے اور جائز نہیں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت لینے اور دینے والے دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔ [سنن ابوداود ۲/ ۵۰۴]

سوال: اگر کسی کو اپنے سے اوپر والوں کو رشوت دینی پڑتی ہے، اس مقصد سے وہ دوسروں سے رشوت لیتا ہے تو کیا یہ صورت جائز ہوگی؟

جواب: رشوت دینے کے لیے رشوت لینا جائز نہیں، یہ دوہرا گناہ ہے، ایک تو رشوت لینے کا دوسرے رشوت دینے کا، نیچے کے ملازمین یا افسران کو چاہیے کہ ایسے معاملات میں جرأت سے کام لیں اور دیانت پر قائم رہیں، اور اللہ کی رضا اور آخرت میں جوابدہی کا جذبہ کار فرما رکھیں، ان شاء اللہ رب کریم کی مدد ہوگی۔

سوال: سرکاری ہسپتالوں میں مفت دوائیں ملتی ہیں لیکن رشوت نہ دی جائے تو کمپاؤنڈر اور وہاں کے ملازمین ٹال دیتے ہیں، اور غریب آدمی باہر جاکر علاج نہیں کراسکتا، اور کچھ روپے دے دینے پر دوا مل جاتی ہے تو ایسی صورت میں یہ روپے ملازمین کو دینا رشوت تو نہیں ہے؟ کیا شرع میں اس کی گنجائش ہے؟

جواب: سرکار کی طرف سے جب دوا کا انتظام ہے، اور جو مریض وہاں علاج کرا رہا ہو ان کو وہاں سے دوا لینے کا حق ہے، دوا موجود ہو اس کے باوجود بغیر روپے دیے نہ مل سکے تو مجبوراً روپے دے کر دوا لینے کی گنجائش ہوگی اور گناہ نہیں ہوگا لیکن روپے لینے والوں کے لیے یہ رشوت ہے اور حرام ہے۔ [ردالمحتار ۹/ ۶۰۷]

سوال: عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ کسی سرکاری محکمہ میں انٹرویو کامیاب آجانے اور سلیکشن کمیٹی کی طرف سے نامزد کردیے جانے کے باوجود بغیر رشوت کے ملازمت نہیں مل پاتی ہے تو ایسی صورت میں رشوت دے کر ملازمت حاصل کرنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: انٹرویو میں کامیاب ہوجانے اور سلیکشن کمیٹی کی طرف سے نامزد ہوجانے کے بعد حق ملازمت حاصل ہوجاتا ہے، اگر یہ حق بغیر رشوت کے نہیں مل پا رہا ہے تو مجبوراً رشوت دینے کی گنجائش ہوگی اور دینے والا گنہگار نہیں ہوگا لیکن رشوت لینے والا گنہگار ہوگا اور اس پر اس کا وبال رہے گا، علامہ ابن عابدینؒ نے لکھا ہے: "دفع المال للسلطان الجائر لدفع الظلم عن نفسه وماله ولاستخراج حق له ليس برشوة يعني في حق الدافع"۔ (جان و مال کو بچانے اور اپنا حق وصولنے کے لیے ظالم بادشاہ کو مال دینے والے کے حق میں رشوت نہیں ہے)۔ [ردالمحتار: ۹/ ۶۰۷]

تاہم اگر ملازمت حاصل کرنا ضروری نہ ہو تو رشوت دینے سے گریز کرنا ہی بہتر ہے۔

☆☆☆☆☆

اسلامی زندگی

حدیث شریف کا مقام اور پیغام

خالد فیصل ندوی

قال اللہ تعالیٰ: "وَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ، وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا"۔ [سورۂ نساء/ ۱۱۳]

ترجمہ: اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کتاب قرآن مجید اور حکمت حدیث شریف اتاری ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ سب سکھایا ہے جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں جانتے تھے اور اللہ تعالیٰ کا فضل آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت زیادہ ہے۔

حدیث شارح قرآن ہے

قرآن مجید آخری اور دائمی آسمانی کتاب ہے اور سراپا رشد و ہدایت ہے اور دین اسلام کی اساس و بنیاد ہے، دینی حجت و دلیل ہے اور سب سے مقدم اور ماخذ و معیار ہے اور اس کا ہر ہر حکم واجب العمل ہے لیکن اس کے بعض حکم پر عمل کرنے کے لیے حدیث وسنت (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات و ہدایات، افادات وارشادات اور شمائل و معمولات) کی سخت ضرورت پڑتی ہے کیوں کہ قرآن مجید میں بعض احکام کے صرف اصول بتائے گئے ہیں، ان کی تفصیل اور تشریح مذکور نہیں ہے، حدیث وسنت کے ذریعہ ان اصول کی توضیح کی گئی ہے یقیناً احکام کے ان اصول کی تشریح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی حیثیت کا واضح اعلان فرمایا ہے کہ: "اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ذکر (قرآن وحدیث) نازل کی ہے تاکہ لوگوں کے لیے جو کچھ نازل کیا گیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے کھول کھول کر بیان کردیں"۔ [سورۂ نحل/ ۴۴]

مفسرین قرآن خاص طور سے حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے اس آیت کریمہ [نحل/ ۴۴] میں وارد "ذکر" سے قرآن وحدیث مراد لیا ہے، چنانچہ انہوں نے تحریر فرمایا ہے کہ: "ذکر سے کتاب وسنت مراد ہے"۔ (تفسیر ثنائی/ ۳۲۵) نیز اللہ تعالیٰ نے متعدد سورتوں [بقرہ/ ۱۲۹، آل عمران/ ۱۶۴، اور جمعہ/ ۲] میں تلاوت آیات کے ساتھ ساتھ تعلیم کتاب (آیات قرآنی کی تشریح، اس کے معانی ومطالب کی توضیح اور اس کے احکام کی تفصیل) کی عظیم ترین ذمہ داری کا ذکر جمیل فرمایا ہے اور احادیث مبارکہ کی تمام اہم کتابوں میں کتاب التفسیر کے ابواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توضیحات اور تشریحات موجود ہیں جن سے قرآن مجید کا سمجھنا آسان ہے، اور اللہ تعالیٰ کی مراد کو جاننا ممکن ہے، چنانچہ علامہ شریف عوثیؒ نے کیا خوب تحریر فرمایا ہے کہ: "قرآن کریم کا سمجھنا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کے بغیر ممکن نہیں ہے، اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی منشاء کی معرفت صرف حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر وتوضیح سے ہی پوری ہوسکتی ہے"۔ [ترجمان، دہلی (مئی) بحوالہ الحکمات/ ۱۰۸] اور امام اعظم ابو حنیفہؒ نے بالکل بجا فرمایا ہے کہ: "اگر سنت کا وجود نہ ہوتا تو ہم میں سے کوئی قرآن کریم سمجھ نہ پاتا"۔ [ایضاً بحوالہ قواعد التحدیث/ ۵۲] اور امام شاطبیؒ کا قول کس قدر صائب اور درست ہے، وہ فرماتے ہیں کہ: "سنت کتاب اللہ کے احکام کے لیے بمنزلہ تفسیر وشرح ہے"۔ [شمائل کبریٰ: ۱/ ۴۰ بحوالہ الموافقات: ۴/ ۲۷]

حکمت سے حدیث مراد ہے

اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے تعلیم کتاب کے ساتھ ساتھ تعلیم حکمت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتیازی وصف بیان فرمایا ہے، حکمت سے مراد "حدیث وسنت" ہے، ان آیات کریمہ [بقرہ/ ۱۲۹، آل عمران/ ۱۶۴ اور جمعہ/ ۲] اور سورہ نساء کی آیت/ ۱۱۳ میں وارد حکمت سے مراد اکابرین امت کے نزدیک حدیث وسنت ہے، چنانچہ حضرت امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ: "اللہ تعالیٰ نے کتاب جس سے مراد قرآن کریم ہے اور حکمت کا تذکرہ فرمایا ہے، میں نے علوم قرآن کے ایک ماہر اور پسندیدہ شخصیت کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حکمت سے مراد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ [ماہنامہ 'صراط مستقیم' مارچ ۲۰۰۲ء] اور برصغیر کے مشہور و مقبول مفسر قرآن حضرت مولانا محمد شفیع علیہ الرحمہ نے سورہ نساء کی آیت/ ۱۱۳ کی تفسیر کے ذیل میں کس قدر جامع بات تحریر فرمائی ہے کہ: "اس سورہ نساء کی آیت/ ۱۱۳ میں کتاب کے ساتھ حکمت بھی داخل فرماکر اس طرف اشارہ کردیا گیا ہے کہ حکمت جو نام ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور تعلیمات کا، یہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کی نازل کی ہوئی ہے، فرق صرف یہ ہے کہ اس کے الفاظ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہیں، اس لیے داخل قرآن نہیں، اور معانی اس کے اور قرآن کے دونوں اللہ تعالیٰ ہی کی جانب سے ہیں، اس لیے دونوں پر عمل واجب ہے، وحی کی دو قسمیں ہیں، متلو اور غیر متلو، وحی متلو قرآن کا نام ہے، جن کے معانی اور الفاظ دونوں اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں اور وحی غیر متلو حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہے، جن کے الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں اور معانی اللہ تعالیٰ کی طرف سے

ہیں"۔ [معارف القرآن: ۲/۵۴۴]

حدیث بھی وحی الٰہی ہے

فی الواقع قرآن مجید کی طرح ہی "حدیث شریف" بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشادفرمایا ہے کہ: "اور اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کتاب (قرآن مجید) اور حکمت (حدیث شریف) اتاری ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ سب سکھایا ہے، جس کو آپ نہیں جانتے تھے اور اللہ تعالیٰ کا فضل آپ پر بہت زیادہ ہے"۔ [سورۂ نساء/۱۱۳] نیز اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت کریمہ میں یہ وضاحت بھی فرمائی ہے کہ قرآن مجید کی طرح حدیث شریف بھی وحی الٰہی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد عالی ہے کہ: "آپ اپنی خواہش نفس سے نہیں بولتے ہیں، یہ (حدیث نبوی) تو ایک وحی ہی ہے جو آپ پر نازل کی جاتی ہے"۔ [سورۂ نجم/۳،۴] اسی طرح احادیث مبارکہ سے بھی یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ حدیث شریف بھی اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی نازل شدہ ہے، ایک حدیث شریف میں آپ نے اس حقیقت کا برملا اظہار فرمایا ہے کہ: "(تم لوگ) غور سے سن لو کہ مجھے قرآن مجید عطا کیا گیا ہے اور اس کے ساتھ اس کے مثل ہی ایک اور چیز (حدیث وسنت) بھی (مجھے) دی گئی ہے"۔ [ترمذی/۲۶۶۴] اور یہ حقیقت بھی قابل ذکر ہے کہ حضرت جبرئیل آپ پر حدیث شریف کی وحی بھی لے کر آیا کرتے تھے چنانچہ حضرت عمر فاروقؓ نے یہ روایت بیان کی ہے کہ: میں نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وادیٔ عقیق میں یہ ارشادفرماتے ہوئے سنا کہ: "آج کی رات میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا (فرشتہ) آیا، اور مجھ سے بولا کہ اس مبارک وادی میں نماز پڑھیے اور کہیے کہ حج میں عمرہ شامل ہوگیا ہے"۔ [بخاری/۱۵۳۴] اسی طرح مشہور اور ثقہ تابعی حضرت حسان بن عطیہ شامیؒ بیان کرتے ہیں کہ: "حضرت جبرئیل حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سنت لے کر نازل ہوتے تھے جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کریم نازل ہوتا تھا۔ [دارمی] اور حضرت امام اوزاعیؒ سے منقول ہے کہ: "حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آیا کرتی تھی اور حضرت جبرئیل آپ کے پاس وہ سنت لے کر آیا کرتے تھے جو اس کی تفسیر کردیتی تھی۔" [شمائل کبریٰ: ۱/۴۰]

حدیث کی حفاظت بھی اللہ کے ذمہ

یقیناً حدیث شریف اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ اور وحی الٰہی ہے لیکن یہ وحی غیر متلو ہے اور قرآن کریم وحی متلو ہے اور دونوں وحی کی حفاظت اللہ تبارک وتعالیٰ کے ذمہ ہے، اکابرین امت خاص طور پر علامہ ابن حزمؒ نے سورۂ حجر آیت/۹ میں وعدۂ حفاظت میں حدیث شریف کی حفاظت کو شامل کیا ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ: "اہل لغت اور شریعت اس بات پر متفق ہیں کہ وحی کی تمام قسمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی ہیں اور وہ نازل شدہ ذکر ہیں اور تمام وحی کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لے لیا ہے، ذکر وہ (خاص) لفظ ہے جس کا اطلاق قرآن وحدیث دونوں پر ہوتا ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا ہے"۔ [ترجمان، دہلی بحوالہ الاحکام: ۱/۱۲] نیز علامہ محمد ابراہیمؒ نے سورہ حجر آیت/۹ کے تحت تحریر فرمایا ہے کہ: "(قرآن مجید کی حفاظت) اس بات کی متقاضی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت طیبہ اور آپ کی شریعت مطہرہ ہمیشہ سے محفوظ ہے اور محفوظ رہے گی"۔ اور حضرت شریف عوفیؒ یوں رقم طراز ہیں کہ: "آیت کریمہ "اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ" جس طرح قرآن کریم کی حفاظت وصیانت کو شامل ہے، اسی طرح سنت نبویہ کی حفاظت وصیانت کو بھی شامل ہے"۔ [ایضاً بحوالہ المحکمات/۱۰۹] یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید ہی کی طرح سے حدیث شریف کی بھی حفاظت ہمیشہ ہوتی رہی ہے، اور آئندہ بھی اس کی حفاظت ہوتی رہے گی، آپ کی حیات طیبہ میں حضرات صحابہ کرامؓ کے ذریعہ حدیث شریف کے یاد رکھنے، اس کے لکھنے اور اس کو دوسروں کو سنانے کا بڑا اہتمام کیا گیا چنانچہ حضرت انسؓ نے بیان کیا ہے کہ: "ہم لوگ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زبان سے حدیثیں سنتے رہتے تھے، جب آپ مجلس سے اٹھتے تو ہم آپس میں حدیثوں کا دور کرتے تھے، ایک دفعہ ایک آدمی کل حدیثیں بیان کرتا، پھر دوسرا، پھر تیسرا، بسااوقات ساٹھ ساٹھ آدمی مجلس میں ہوتے تھے، اور ساٹھوں باری باری سے بیان کرتے تھے، اس کے بعد جب ہم اٹھتے تھے تو حدیثیں اسی طرح ذہن نشیں ہوتی تھیں کہ گویا ہمارے دلوں میں پیوست ہوگئی ہیں"۔ [مجمع الزوائد] اسی طرح بعض صحابہ کرامؓ خاص طور پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت انسؓ، حضرت جابرؓ، حضرت علی بن ابی طالبؓ اور حضرت عبداللہ بن عمروؓ وغیرہ نے آپ کے ملفوظات، آپ کے احکامات اور آپ کی حدیثوں کو اپنے طور پر لکھ کر محفوظ کرلیا تھا، چنانچہ مولانا سید عبدالقدوس ہاشمی ندوی نے اس سلسلہ میں بہت ہی جامع تحریر قلم فرمائی ہے کہ: "اور بعض (صحابہ کرامؓ) تو ایک ایک لفظ کو فوراً لکھ کر محفوظ کرلیتے تھے پھر دوسرے حاضرین محفل رسالت کو سنا کر اس کے صحیح ہونے کا یقین مزید حاصل کرتے اور محفوظ رکھتے تھے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ملفوظات اور آپ کے فیصلے وغیرہ لکھا کرتے تھے، اس کا ایک مجموعہ ان کے پاس آخر تک موجود تھا، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ زبان رسالت سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ لکھا کرتے تھے، حضرت انس بن مالکؓ نے جو کچھ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا، لکھ رکھا تھا، حضرت

ابوہریرہؓ کی تمام مرویات خود حضرت ابوہریرہؓ نے لکھوا کر محفوظ کرلی تھیں، حضرت جابرؓ نے جو کچھ سنا تھا لکھ رکھا تھا، پوری طرح تلاش وتفحص کیجیے تو تقریباً چالیس ایسے صحابہ کرامؓ کا ذکر آپ کو ملے گا جنہوں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر لکھ رکھا تھا، ان ہی صحابہ کرامؓ سے تابعینؒ نے اور تابعینؒ سے تبع تابعین نے احادیث سنیں اور اکثر وبیشتر نے لکھ کر محفوظ کرلیں، یہی وہ دفتر تھا جس سے دوسری اور تیسری صدی کے جامعین حدیث نے کتابیں مدون کیں۔ [مقدمہ کتاب زندگی/ ۳۱-۳۳ بحوالہ جامع بیان العلم]

حدیث کی تدوین عہد رسالت میں

فی الواقع احادیث مبارکہ آپ کی حیات طیبہ میں لکھ کر محفوظ کی جاتی رہیں، بعض مصلحت کی بناء پر ابتداء میں آپ نے کتابت حدیث سے ضرور منع فرمایا تھا، لیکن بعد میں آپ نے حدیث لکھنے کی اجازت دیدی تھی، چنانچہ آپ نے ایک انصاری صحابیؓ کو حدیث لکھنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ [ترمذی] اور آپ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کو لوگوں کے منع کرنے کے بعد حدیث لکھنے کی اجازت دی اور فرمایا کہ: "تم (حدیثیں) لکھا کرو، خدا کی قسم! میری زبان سے صرف حق بات ہی نکلتی ہے"۔ [ابوداؤد] اسی کا نتیجہ تھا کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں حدیث کے متعدد مجموعے وجود میں آچکے تھے اور آپ کی وفات کے بعد دیگر اور مجموعہائے حدیث صحابہ کرامؓ کے ذریعہ تیار ہوئے اور آپ کی تمام حدیثیں ان مجموعوں میں جمع ہوگئیں۔ مولانا سید عبدالقدوس ہاشمی ندوی نے جائزہ پیش کیا ہے کہ: "احادیث نبویؐ کے متعدد مجموعے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ ہی میں مدون ہوچکے تھے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا مجموعہ، حضرت عبداللہ بن عمرو کا مجموعہ، حضرت جابرؓ کا مجموعہ اور اس طرح کے متعدد مجموعوں کا ذکر موجود ہے، ان کے دیکھنے والوں کی شہادتیں موجود ہیں، عہد رسالت کے بعد جن صحابہ کرامؓ نے مجموعے مرتب کیے، ان میں حضرت ابوہریرہؓ کا مجموعہ، حضرت انس بن مالکؓ کا مجموعہ، حضرت عبداللہ بن عباس کا مجموعہ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا مجموعہ جو ان کے شاگرد حضرت نافعؒ نے ان کے سامنے ہی لکھ کر اور انہیں سنا کر تیار کیا تھا، حضرت سمرہ بن جندبؓ کا مجموعہ، جس سے ان کے صاحبزادے حضرت سلیمان بن سمرہؓ روایت کرتے تھے، ان کے علاوہ بھی متعدد مجموعوں کا ذکر ملتا ہے، یہ مجموعے کچھ دو چار احادیث کے مجموعے نہ تھے، بلکہ ان صحابہ کرامؓ کی جملہ مرویات کے مجموعے تھے گویا یوں سمجھئے کہ دس ہزار سے کم متصل السند حدیثوں کا جو سرمایہ آج موجود ہے، وہ تمام تر کتابی شکل میں خود حضرات صحابہ کرامؓ ہی کے ہاتھوں مدون ہوچکا تھا"۔ [مقدمہ کتاب زندگی/۳۴،۳۵]

حجیت حدیث

بلاشبہ حدیث شریف، قرآن مجید کی شارح اور ترجمان ہے اور قرآن مجید کے اجمال کی تفصیل کرنے والی ہے، اسی لیے قرآن مجید کے بعد حدیث شریف دین وشریعت کا دوسرا اہم ماخذ و معیار ہے، اور قابل تسلیم حجت ودلیل بھی ہے، متعدد آیات کریمہ اور احادیث مبارکہ سے حدیث شریف کے ماخذ اور حجت ہونے کا ثبوت ملتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مختلف سورتوں (نساء/۹،۶۵، انفال/۲۴، احزاب/۳۶، نور/۵۴ اور حشر/۷) میں حدیث کی اس حیثیت کو مختلف اسلوب میں واضح اور نمایاں کیا ہے، اسی طرح احادیث مبارکہ میں بھی حدیث شریف کے ماخذ وحجت والی حیثیت کو بہت ہی بلیغ اور موثر انداز میں واضح کیا گیا ہے، ایک حدیث میں ہے کہ حدیث شریف دین وشریعت کا دوسرا اہم ماخذ اور حجت ہے، آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ: "میں تمہارے درمیان دو ایسی چیزیں چھوڑے جارہا ہوں کہ تم ان کو مضبوطی سے تھامنے کے بعد کبھی گمراہ نہ ہوگے، یہ چیز اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید ہے اور دوسری چیز میری سنت ہے"۔ [مستدرک حاکم] اور ایک دوسری حدیث میں آپ نے بہت ہی جامع اور موثر پیرایہ بیان میں حدیث کو اہم ماخذ قرار دے کر مضبوطی سے پکڑنے کی وصیت فرمائی ہے کہ: "تم لوگ میری سنت اور ہدایت یافتہ میرے خلفاء راشدین کے طریقہ کو لازم پکڑنا، اس سے چمٹے رہنا، اور دانتوں سے مضبوط پکڑے رہنا، اور دین میں نکالی گئی باتوں سے بچتے رہنا"۔ [ابوداؤد/۴۶۰۷] اسی طرح آپ نے اپنے بہت ہی موثر اور بلیغ خطبہ کے دوران حدیث شریف کو دوسرا ماخذ قرار دیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: "بہترین کلام کتاب اللہ (قرآن مجید) ہے اور بہترین طریقہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ سنت ہے"۔ [مسلم] اور حدیث شریف کو ماخذ اور حجت نہ ماننے والوں اور حدیث شریف کے مطابق عمل نہ کرنے والوں کے لیے ایک حدیث میں کس قدر جامع سبق آموز دھمکی اور تنبیہ موجود ہے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ: "جو میری سنت سے اعراض کرے گا (حدیث کو چھوڑ دے گا، اس کے مطابق عمل نہ کرے گا) تو مجھ سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے"۔ [مسلم] نیز آپ نے ایک حدیث میں حدیث شریف کی مخالفت کرنے والوں کو داخلۂ جنت سے محرومی کی سخت وعید اور تہدید سنائی ہے، آپ کا ارشاد ہے کہ: "میری پوری امت جنت جائے گی سوائے ان لوگوں کے، جنہوں نے (میری سنت کو ماننے اور اس کے مطابق عمل کرنے سے) انکار کیا، حضرات

صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم انکار کون کرے گا؟ آپؐ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ جو میری اطاعت کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا اور جو میری نافرمانی کرے گا اس نے میرا انکار کیا"۔ [بخاری] درحقیقت قرآن مجید کے بعد حدیث شریف دوسرا اہم ماخذ اور معیار ہے، حدیث شریف کی یہ حیثیت ہمیشہ سے تسلیم شدہ ہے، اکابرین امت نے اس سلسلہ میں بہت یقین واعتماد کے ساتھ حدیث کی اس عظمت وحیثیت کو قبول فرمایا ہے چنانچہ حضرت علامہ ابن عبدالبرؒ نے فرمایا ہے کہ: "میرے بھائی! یہ بات اچھی طرح جان لو کہ قرآن وسنت دونوں رائے کی اصل اور رائے کے لیے کسوٹی ہیں، لیکن رائے سنت کے لیے کسوٹی نہیں ہے، بلکہ سنت اس کے لیے کسوٹی ہے"۔ [جامع بیان العلم وفضلہ: ۲/۱۶۶] حضرات صحابہؓ اور اسلافؒ نے حدیث کی اس عظمت و حیثیت (حجیت حدیث) کو ہمیشہ تسلیم کیا ہے، اور حدیث کو ہمیشہ ماخوذ اور مرجع کی حیثیت دی ہے، آثار اور اقوال میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں، حضرت ابوالمظفر سمعانیؒ نے اسلاف کرام کے نظریہ اور عمل کی ترجمانی ہے، وہ تحریر فرماتے ہیں کہ: "اہل حق نے کتاب وسنت کو سامنے رکھا ہے اور ان ہی سے دین کو حاصل کیا ہے، جو بات ان کے عقل وخیال میں آتی ہے، اسے کتاب وسنت پر پیش کرتے ہیں، جو ان دونوں کے موافق ہوتی ہے، اسے قبول کر لیتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے انہیں یہ بتایا اور اس کی توفیق دی اور اگر اس بات کو کتاب وسنت کے مخالف پاتے ہیں تو اسے چھوڑ کر کتاب وسنت کی جانب توجہ کرتے ہیں اور خود اپنے آپ کو خطا کار قرار دیتے ہیں، کیوں کہ کتاب وسنت کی رہنمائی صرف حق ہی کی طرف ہوتی ہے لیکن انسانی رائے کبھی حق تک پہنچتی ہے اور کبھی باطل تک"۔ [اصول المنطق والکلام، ص/۱۶۶]

یقیناً حدیث شریف کو ماخذ ومعیار اور حجت و دلیل ماننا، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی برحق ماننے کا لازمی تقاضا ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان ویقین متقاضی ہے کہ قرآن مجید کے بعد احادیث مبارکہ کو عطیہ الٰہی اور منزل من اللہ تسلیم کیا جائے، آپؐ کے اوامر ونواہی کی اطاعت کی جائے اور اس کے مطابق زندگی گزاری جائے، یہی قرآن مجید کا اعلان ہے اور حدیث شریف اسی کا متقاضی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں برملا فرمایا ہے کہ: "(حضرت) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم لوگوں کو جو کچھ دیں، اسے لے لو، جس چیز سے آپؐ تم لوگوں کو روک دیں، اس سے رک جاؤ، اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں"۔ [سورۂ حشر/۷] اسی طرح آپؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ: "جب میں تم لوگوں کو کسی بات کا حکم دوں تو اپنی طاقت بھر اس پر عمل کرو اور جب تم لوگوں کو کسی بات سے منع کر دوں تو تم لوگ اس سے رک جاؤ"۔ [بخاری/۷۲۸۸، مسلم/۱۳۳۷] قرآن وحدیث کی اسی صراحت کی بناء پر حضرات صحابہ کرامؓ حدیث شریف کو دین کا دوسرا ماخذ اور حجت مانتے تھے، جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے اثر سے یہ بات کس قدر زیادہ نمایاں ہے، ایک مرتبہ انہوں نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ: "اللہ تعالیٰ نے گودنے، گدوانے، چہرے کے بال اکھاڑنے اور دانتوں کے درمیان فاصلہ کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے"۔ اس تقریر کی خبر پاکر ایک خاتون (ام یعقوب اسدیہ) حضرت ابن مسعودؓ کے پاس آئیں، اور بولیں کہ یہ بات آپ نے کہاں سے اخذ کی ہے؟ کتاب اللہ میں تو یہ مضمون (لعنت الٰہی) کہیں میری نظر سے نہیں گزرا، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ اگر تم نے کتاب اللہ (قرآن مجید) غور سے پڑھی ہوتی تو یہ بات تجھے اس میں ضرور مل جاتی، کیا تم نے یہ آیت کریمہ: "مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا" نہیں پڑھی، اس خاتون نے جواب دیا کہ ہاں! یہ آیت کریمہ تو میں نے پڑھی ہے، حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان (تمام فیشن) سے منع فرمایا ہے اور یہ خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے، اس خاتون نے عرض کیا کہ اب میں سمجھ گئی۔ [بخاری، مسلم، احمد، مصنف عبد الرزاق] نیز حضرت معاذ بن جبلؓ سے مروی درج ذیل روایت، حدیث شریف کے دوسرے اہم ماخذ اور حجت ہونے کے سلسلہ میں کس قدر اہم اور بین ثبوت ہے، اور یہ روایت اس سلسلہ میں آپ کی پسندیدگی اور خوشی کی کس قدر زیادہ آئینہ دار ہے، اس روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ: "جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت معاذؓ کو اپنا نمائندہ بنا کر یمن بھیجنے لگے تو ان سے پوچھا کہ جب کوئی مسئلہ پیش آجائے گا تو تم کیا کروگے؟ حضرت معاذؓ نے کہا کہ اللہ کی کتاب (قرآن مجید) میں موجود حکموں کے مطابق میں مسئلہ کو حل کروں گا، (پھر) آپؐ نے پوچھا کہ اگر اللہ کی کتاب میں کوئی حکم نہ ملے (تو کس طرح مسئلہ کو حل کروگے) انہوں نے عرض کیا کہ تب اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق درپیش مسئلہ کو حل کروں گا، پھر آپؐ نے دریافت فرمایا کہ اگر سنت رسولؐ میں کوئی رہنمائی نہ ملے تو پھر کس طرح مسئلہ حل کروگے، انہوں نے عرض کیا کہ تب میں اپنی رائے کے مطابق اجتہاد کروں گا، انہوں بیان کیا کہ یہ سن کر آپؐ نے میرے سینہ پر اپنا مبارک ہاتھ

رکھا، پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر و سپاس ہے کہ اس نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد ونمائندہ کو اس بات کی توفیق دی ہے، جو اللہ تعالیٰ کے رسولؐ کو پسند ہے"۔ [مسند احمد/ ۲۲۳۵۷] اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرات صحابہ کرامؓ کا اس سلسلہ میں یہی معمول تھا کہ تاریخ وسیرت کی کتابوں میں اس قبیل کی بہت ساری مثالیں موجود ہیں، اس سلسلہ میں یقین واعتماد کے لیے حضرت ابوبکر صدیقؓ کا عمل اور طریقہ کار ہم تمام کے لیے نہایت ہی بصیرت افروز اور چشم کشا ہے، چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا معمول یہ منقول ہے کہ: "ان کے پاس جب کوئی قضیہ آتا تھا تو پہلے وہ کتاب اللہ میں نظر فرماتے تھے، اگر کتاب اللہ میں ان کو فیصلہ مل جاتا تو وہی فیصلہ صادر فرماتے، اس میں ناکامی کی صورت میں اگر حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی سنت اس باب میں انہیں معلوم ہوتی تو اس کے مطابق فیصلہ کرتے، اگر خود ان کو اس باب میں کسی سنت کا علم حاصل نہ ہوتا تو باہر نکل کر دوسرے صحابہ کرامؓ سے دریافت فرماتے کہ ایک اس طرح کا معاملہ میرے پاس آیا ہے، اگر تم کو معلوم ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کے معاملہ میں کیا فیصلہ کیا ہے تو بتاؤ، پھر ایسا ہوتا تھا کہ بعض اوقات کئی کئی آدمی اکٹھا ہو کر بتاتے تھے کہ ہاں! اس صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ کیا تھا، اس وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے کہ خدا کا شکر ہے جس نے ہم میں ایسے لوگ بنائے جو ہمارے نبیؐ کی باتیں، حدیثیں یاد رکھتے ہیں"۔ [مقدمہ معارف الحدیث: ۱/۲۷ بحوالہ تاریخ الخلفاء، ص/۲۹] اسی طرح حدیث شریف کے دوسرے ماخذ اور ایک اہم حجت ہونے کے سلسلہ میں احادیث وسیر کی کتابوں میں بہت سے آثار صحابہ موجود ہیں بطور مثال صرف شیخین حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کا ایک ایک اثر نقل کیا جاتا ہے۔

مؤطا امام مالکؒ میں ہے کہ ایک آدمی کی وفات کے بعد اس کی دادی حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں اپنی میراث طلب کرنے آئی، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا: کتاب اللہ میں تیرا کچھ حق نہیں ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں تیرا کوئی حق مجھے معلوم نہیں، لہٰذا اس وقت لوٹ جا تا آنکہ میں اور لوگوں سے دریافت کروں، اس کے بعد انہوں نے لوگوں سے دریافت کیا تو حضرت مغیرہؓ نے بتایا کہ میری موجودگی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میت کی دادی کو سدس (چھٹا حصہ) دلوایا تھا، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے پوچھا تمہارے ساتھ کوئی اور بھی ہے؟ تو حضرت محمد بن مسلمہ انصاریؓ نے بھی کھڑے ہو کر وہی بیان کیا، اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے اس عورت کو سدس (چھٹا حصہ) دلوایا"۔ [ایضاً: ۱/۲۹] اور "پارسیوں کا ملک اسلامی مقبوضات میں داخل ہونے کے بعد حضرت عمرؓ کو فکر لاحق تھی کہ پارسیوں سے جزیہ (ٹیکس) لیا جائے یا نہیں، اس لیے کہ قرآن پاک میں صرف اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) سے جزیہ لینے کا ذکر ہے تا آنکہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے شہادت دی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجر کے مجوسیوں سے جزیہ لیا ہے، تب حضرت عمرؓ نے پارسیوں سے جزیہ لیا"۔ [ایضاً]

(جاری)

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام کی جدید ودیدہ زیب طباعت

☆ انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر (انگریزی)

Islam And The World

از حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

صفحات: ۲۷۵ قیمت: ۱۵۰

☆ اسلام کیا ہے؟ (انگریزی)

What Islam Is

از مولانا محمد منظور نعمانیؒ

صفحات: ۱۵۷ قیمت: ۱۰۰

نوٹ: طلباء کے لیے خصوصی رعایت

ناشر: مجلس تحقیقات ونشریات اسلام

پوسٹ بکس ۱۱۹، ندوۃ العلماء کیمپس، ٹیگور مارگ، لکھنؤ

Ph No.: 0522-2741539 - Mob No.: 9889378176

Email.airpnadwa@gmail.com

قدسی صفات

سیدنا حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ

عبدالرحیم ندوی

ہم میں کون ایسا ہوگا جو صہیب رومی سے ناواقف ہو، رومی کی سیرت اور واقعات زندگی کی تھوڑی بہت معلومات نہ رکھتا ہو، لیکن!

ہم میں سے اکثر لوگ یہ نہیں جانتے کہ صہیب رومی روم کے باشندہ نہ تھے، بلکہ وہ خالص عربی النسل تھے، ان کی ماں قبیلہ تمیم اور باپ قبیلہ نمیر سے تعلق رکھتے تھے۔

صہیب عربی آخر صہیب رومی کے نام سے کیوں کر مشہور ہوگئے؟

دراصل صہیب عربی کے صہیب رومی بننے میں ایک دلچسپ اور سبق آموز کہانی ہے جو آج تک تاریخ کے حافظہ میں محفوظ ہے۔

بعثت نبویؐ سے دو دہائی قبل کی بات ہے جب ایران کے بادشاہ کسریٰ کی جانب سے "ابلہ" کا گورنر سنان بن عبدالملک نمیری تھا، سنان کے کئی بچے تھے، ان میں ایک بچہ سب سے زیادہ چہیتا تھا، اس کی عمر ابھی پانچ سال سے متجاوز نہ رہی ہوگی، اس بچہ کو سنان نے صہیب کا نام دیا، صہیب خوبرو، روشن جبیں، بال سرخ، انتہائی نشیط تھے، آنکھیں روشن، چمکدار جو شرافت و ذہانت کا پتہ دیتی تھیں، اسی کے ساتھ بڑے چاق و چوبند، ہنس مکھ، باپ کے دل میں مسرت کی جوت جگانے والے، حکومت کے ہموم و غموم کو کافور کرنے والے تھے، صہیب کی ماں نے اس چھوٹے بچے کو ساتھ لیا، اور راحت و سکون کی تلاش میں، خدم و حشم کی ایک جماعت کے ہمراہ عازم سفر ہوئیں اور سرزمین عراق میں ایک "ثنی" نامی گاؤں میں پہونچیں۔

اتفاق یہ ہے کہ لشکر روم کی ایک ٹکڑی اس گاؤں پر حملہ آور ہوئی، محافظین کو قتل کر دیا، اموال لوٹ لیے، اور عوام کو گرفتار کرلیا، انہیں گرفتار کیے جانے والوں میں صہیب بھی تھے، اور قیدیوں کے ساتھ صہیب بھی روم کے غلام مارکیٹ میں لے جائے گئے، اور ان کے بھی دام لگ گئے، اب صہیب ہزار ہا غلاموں کی طرح ایک غلام تھے جن سے روم کے محل بھرے پڑے تھے، چنانچہ وہ ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں فروخت اور ایک آقا کی خدمت سے دوسرے آقا کی خدمت میں منتقل ہوتے رہے، اس منتقلی سے صہیب کو رومی معاشرہ، اور اہل روم کو بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا بلکہ ان کے اندر رہنے سہنے کا موقع ملا، انھوں نے ان رذائل اور گھٹیا حرکتوں کا بچشم خود مشاہدہ کیا اور فواحش و منکرات کو دیکھا جو محلات میں بسیرا کئے ہوئے ہیں، اور ان مظالم کو اپنے کانوں سے سنا جن کا ارتکاب ان محلوں میں کیا جارہا تھا، بس ان کو اس سوسائٹی سے نفرت ہوگئی اور اس طرز زندگی سے گھن آنے لگی، وہ اپنے دل میں کہتے تھے اور جو معاشرہ اتنا کرپٹ ہو، اس کو کسی طوفان کے سوا کوئی دوسری چیز پاک نہیں کرسکتی ہے۔

صہیب باوجودیکہ روم کی سرزمین میں پروان چڑھے، اہل روم کے درمیان پلے بڑھے اور مادری زبان عربی قریب قریب بھول گئے، لیکن ان کے دل سے یہ خیال کبھی دور نہ ہوا کہ ان کی اصل عربی ہے اور وہ صحرا نشینوں کی اولاد ہیں، اور ایک لحظہ کے لیے ان کی آتش شوق سرد نہ پڑی، ان کے دل میں اس گھڑی کا شوق ہمیشہ فروزاں رہا جب وہ غلامی سے آزاد ہوں اور اپنی قوم سے جا ملیں، پھر نصرانی کاہن کی بات نے بلاد عرب کے اس شوق کو اور بڑھا دیا، انھوں نے نصرانی کو سنا وہ اپنے ایک سردار سے کہہ رہا تھا: آقا! وہ زمانہ قریب آگیا جس میں جزیرۃ العرب کے شہر مکہ میں ایک نبی مبعوث ہوگا، جو عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت کی تصدیق کرے گا اور لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لائے گا، پھر تو وہ موقع کی تلاش میں رہنے لگے، ایک بار ان کو موقع ہاتھ آگیا، اور وہ اپنے آقاؤں کی غلامی سے بھاگ نکلے، اور سیدھا مکہ کا رخ کیا، مکہ جو نبی منتظر کی جائے بعثت، عربوں کی جائے پناہ تھا، اور ام القریٰ کہلاتا تھا، صہیب مکہ پہونچے، وہاں قیام کیا، اہل مکہ نے ان کے سرخ بال اور زبان میں لکنت (اس لیے کہ عربی پر قدرت تو رہ نہیں گئی تھی) کو دیکھ کر صہیب رومی کے نام سے پکارا۔

صہیب مکہ میں آکر سرداران مکہ میں سے ایک سردار عبداللہ بن جدعان کے حلیف بن گئے، اور تجارت شروع کردی، تجارت میں بڑا فائدہ ہوا، اور زر کثیر ان کو حاصل ہوا۔

تجارت تھی، کمائی تھی، مگر نصرانی کی جو بات ان کے دل میں سمائی تھی، وہ کسی طرح اوجھل نہ ہوتی تھی، جب بھی ان کو نصرانی کاہن کی بات یاد آتی تو بڑی حسرت کے ساتھ کہتے: اے کاش! وہ گھڑی کب آئے گی؟

صہیب کو اس گھڑی کا زیادہ انتظار نہ کرنا پڑا، بڑی جلد وہ ساعت منتظر آن پہونچی، ہوا یوں کہ ایک دن صہیب اپنے کسی سفر سے واپس ہوئے تو کسی کہنے

والے نے کہا: محمد بن عبداللہ کی بعثت ہوچکی ہے، وہ لوگوں کو ایک اللہ پر ایمان کی دعوت دیتے ہیں، عدل و انصاف پر ابھارتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں۔

صہیبؓ نے کہا: ارے یہ وہی تو نہیں؟ جن کو امین کے لقب سے پکارتے ہیں۔ کہا گیا جی ہاں! یہ وہی ہیں۔

پوچھا وہ کہاں ہیں؟

بتایا گیا! صفا کے پاس دار ارقم بن ارقم میں ہیں، لیکن ذرا بچ کے رہنا، کوئی قریشی تمہیں دیکھنے نہ پائے، اگر انھوں نے تم کو دیکھ لیا تو تمہارے ساتھ برا سلوک کریں گے، وجہ یہ ہے کہ تم پردیسی آدمی ہو نہ تمہارا قبیلہ ہے کہ حمایت کرے، نہ کوئی جماعت کہ تمہاری مدد کرے۔

صہیبؓ نظریں بچا کر دار ارقم کی طرف روانہ ہوئے، جب وہاں پہونچے تو دروازہ پر عمار بن یاسر کو پایا، عمارؓ ان کو پہلے سے پہچانتے تھے، ایک لمحہ کے لئے صہیبؓ ٹھٹکے پھر ان سے قریب ہوگئے اور پوچھا:

عمارؓ! تمہارا کیا ارادہ ہے؟

عمارؓ نے کہا: تم بتاؤ تمہارا کیا ارادہ ہے؟

صہیبؓ نے کہا:

میں اس آدمی کے پاس جانا چاہتا ہوں تا کہ اس کی باتوں کو سنوں۔

عمار نے کہا: میں بھی یہی چاہتا ہوں۔

صہیبؓ نے کہا، پھر کیا؟ آؤ بسم اللہ، ایک ساتھ داخل ہوتے ہیں، صہیب رومی اور عمار ایک ساتھ اللہ کے رسول کے پاس داخل ہوئے اور آپ کی باتیں سنیں، بس کیا تھا؟

ایمان کا نور ان کے سینوں میں روشن ہوگیا، اور دونوں میں سے ہر ایک نے چاہا کہ پہلے وہ اپنا ہاتھ بڑھادے، اور کلمہ پڑھ لے یعنی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور پھر پورے دن دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہے، چشمہ ہدایت سے سیراب اور صحبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے فیضیاب ہوتے رہے اور جب رات آئی تو دونوں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے نکلے، تاریکی کی دبیز چادر میں لپٹ کر نکلے، لیکن ان کے سینے نور ایمانی سے ایسے روشن تھے کہ اس سے پوری دنیا روشن ہوسکتی تھی۔

بلالؓ، عمارؓ، سمیہؓ، خبابؓ اور دوسرے دسیوں مسلمانوں کے ساتھ صہیبؓ نے بھی قریش کی ایذائیں برداشت کیں، ایسی عبرت ناک سزائیں جھیلیں کہ اگر یہ پہاڑ پر پڑتیں تو پہاڑ بھی چرمرا جاتا، لیکن اللہ کے ان بندوں نے صبر و تحمل کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیا، اور خوش دلی سے برداشت کیا، کیوں کہ ان کو معلوم تھا، جنت کا راستہ پریشانیوں اور اذیتوں سے گھرا ہوا ہے۔

جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو مدینہ ہجرت کی اجازت دے دی تو صہیب نے ارادہ کیا، وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر کی معیت میں ہجرت کریں، لیکن قریش نے ان کے ارادہ کو تاڑ لیا اور سد راہ بن گئے، ان کی راہ میں پہرہ دار کھڑے کردیے کہ ان کے ہاتھ سے بچ کر نہ جائیں۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ کی ہجرت کے بعد صہیب موقع کی تلاش میں رہے کہ کسی طرح ان سے جا کر مل جائیں، لیکن کسی طرح کامیابی نہ مل پاتی تھی، کیوں کہ پہرہ داروں کی آنکھیں جگ رہی تھیں، لہٰذا ان کو بہانہ گڑھنے کے سوا کوئی دوسرا راستہ نظر نہ آتا۔

سرد رات تھی، انھوں نے میدان میں آمد و رفت تیز کردی، باور یہ کرایا کہ قضاء حاجت کی غرض سے جا رہے ہیں، حالت یہ تھی کہ کبھی واپس آتے نہیں کہ دوبارہ جانے کے لیے تیار، یہ دیکھ کر بعض پہرہ داروں نے کہا، اب مزہ آیا کہ دیکھو تو، لات و عزیٰ نے دست میں مبتلا کر دیا ہے، پھر یہ لوگ اپنے بستر پر آگئے اور آنکھیں موند لیں گویا اپنے تئیں یہ سمجھ لیا کہ اب انکا نکلنا دشوار ہے، یہ آفت میں گرفتار ہیں۔

ادھر صہیب کو موقع ملا اور وہ دھیرے سے ان کے بیچ سے کھسک گئے، اور سیدھا مدینہ کا رخ کیا۔

صہیب کو نکلے ابھی تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ ان کو احساس ہوا کہ شکار تو ہاتھ سے نکل گیا، گھبرا کر اٹھے، اور تیز رفتار گھوڑوں پر زین کسی، اور صہیب کے پیچھے سرپٹ دوڑا دیا، اور آن کی آن میں ان کو جا لیا، جب صہیب کو لگا کہ وہ آگئے تو وہ ایک بلند ٹیلہ پر چڑھ گئے، اور ترکش سے تیر نکال جھٹ کمان تان لی، اور یوں گویا ہوئے۔

اے قریش کی جماعت! تم اچھی طرح جانتے ہو میں سب سے تیر انداز اور نشانہ باز ہوں، بخدا تم میرے قریب نہ آسکو گے، یہاں تک کہ ایک ایک تیر سے تمہارے ایک ایک فرد کو مار نہ دوں، اور پھر جب تک تلوار کا ذرا سا حصہ بھی میرے ہاتھ میں رہے گا، تلوار سے مارتا رہوں گا۔

یہ سن کر ایک بولا، بخدا ہم تم کو اس طرح نہیں چھوڑ سکتے کہ تم اپنی جان اور مال دونوں لے کر کامیاب چلے جاؤ، اس لیے کہ تم مکہ میں تہی دست اور قلاش آئے تھے، اور یہاں تم نے تجارت کی اور مالدار ہوگئے ہو۔

صہیب نے کہا! اگر میں تمہارے لیے اپنا مال چھوڑ دوں تو کیا تم میرا راستہ چھوڑ دو گے؟

انھوں نے کہا:

صہیب نے مکہ میں اپنے گھر کے اندر مال کا پتہ

بتا دیا، وہ گئے اور مال لے لیا، تب انکا راستہ چھوڑا، اور صہیب جانب مدینہ تیز رفتاری سے روانہ ہو گئے، وہ اپنی جان بچا کر نہیں بھاگ رہے تھے، وہ اپنا دین بچا کر بھاگ رہے تھے، اپنی زندگی کی پونجی بچا کر لے جا رہے تھے، ان کو اس مال پر ذرا بھی افسوس نہ تھا جو انھوں نے گلستان حیات کا قیمتی پھول چننے میں صرف کر دیے تھے۔

جب ان کو تکان اور کمزوری لاحق ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کا شوق مہمیز کرتا اور دوبارہ نشاط اور پھرتی لوٹ آتی، اس طرح انھوں نے مسلسل سفر جاری رکھا اور جب قباء پہونچے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو گرتے دیکھا، تو چہرۂ انور خوشی سے دمک اٹھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت فرمایا:

ربح البیع یا أبا یحیی
ربح البیع یا أبا یحیی

(اے ابو یحیٰ! تجارت سودمند رہی)۔

آپ نے تین مرتبہ یہ ارشاد فرمایا:

یہ سن کر صہیب کے چہرہ پر خوشی رقصاں ہوگئی، انہوں نے کہا بخدا! اے اللہ کے رسول! مجھ سے پہلے تو آپ کے پاس کوئی آیا نہیں، ہو نہ ہو یہ خبر آپ کو جبرئیل امین نے دی ہے، یقیناً تجارت سودمند رہی، اس کی تصدیق وحی سماوی نے کی، جبرئیل نے شہادت دی، بایں طور کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: "وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ" پس صہیب رومی کے لیے ہے مبارک بادی اور انجام کی بہتری۔

[از: صور من حیاۃ الصحابہ]

☆☆☆☆☆

بدقسمت خریدار

ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ کی ملاقات ایک شیطان سے ہوئی، تو حضرت عیسیٰ علیہ وعلیٰ نبینا السلام نے اس سے چار چیزوں کے بارے میں پوچھا، تو اس نے کہا:

شیطان: اس پر میرا سامان تجارت ہے اور میں خریدار کی تلاش میں ہوں۔

عیسیٰ: پہلے گدھے پر کیا ہے؟ — شیطان: ظلم۔
عیسیٰ: اس کے خریدار کون ہیں؟ — شیطان: بادشاہ۔
عیسیٰ: دوسرے پر کیا ہے؟ — شیطان: حسد۔
عیسیٰ: اس کے خریدار کون ہیں؟ — شیطان: علماء۔
عیسیٰ: تیسرے پر کیا ہے؟ — شیطان: خیانت۔
عیسیٰ: اس کے خریدار کون ہیں؟ — شیطان: تاجر لوگ۔
عیسیٰ: چوتھے پر کیا ہے؟ — شیطان: فریب۔
عیسیٰ: اس کے خریدار کون ہیں؟ — شیطان: عورتیں۔

[المستطرف فی کل فن مستظرف]

اعلان غائب غیر مفقود الخبر

مقدمہ نمبر ۴۱/ ۳۶ ۷

مدعیہ: سفینہ بانو بنت محمد شبیر مرحوم ساکن مکان نمبر ۳۱۱ بھلسر، ضلع فیض آباد، یوپی

بنام

مدعا علیہ: عبدالقدوس ولد محمد نصیر ساکن ماناپور، پوسٹ ہری پور، ضلع فیض آباد، یوپی

اطلاع بنام مدعا علیہ

مدعیہ سفینہ بانو بنت محمد شبیر مرحوم نے آپ کے خلاف یہاں دار القضاء میں نان ونفقہ نہ دینے، حقوق زوجیت ادا نہ کرنے نیز عرصہ دراز سے غائب ولا پتہ رہنے کی بناء پر فسخ نکاح کا دعوی دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں، مورخہ: ۱۳/ اپریل ۲۰۱۳ء بروز ہفتہ تک دفتر مرکزی دار القضاء اتر پردیش ندوۃ العلماء لکھنؤ میں خود حاضر ہو کر یا اپنی جانب سے کسی کو وکیل مقرر کر کے مقدمہ ہذا کی پیروی کریں، تاریخ مذکور پر پیروی نہ پائے جانے کی صورت میں مقدمہ ہذا یکطرفہ طور پر آپ کے خلاف فیصل کر دیا جائے گا۔ فقط

نیاز احمد ندوی
(رکن قاضی کونسل)
مرکزی دار القضاء اتر پردیش، ندوۃ العلماء لکھنؤ

ایک جائزہ — چوتھی قسط

مغربی تہذیب اور اس کے اثرات

محمد وثیق ندوی

موجودہ تمدن کا خطرناک رجحان

دنیا کی موجودہ صورت حال کا اگر جائزہ لیا جائے تو یہی نتیجہ نکلے گا کہ تہذیب وتمدن کے وسائل اور عروج وارتقا کے اسباب کی فراہمی کے باوجود اس کی حالت زمانہ جاہلیت سے مختلف نہیں، آج اخلاقی وروحانی قدروں کی بات کرنے والوں اور انسانی زندگی کو صالح اقدار کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرنے والوں کے خلاف جو مہم جاری ہے اس کے اثرات خود انسانیت کے حق میں ضرر رساں ثابت ہوں گے، اس لیے کہ معاشرہ میں خیر پسند عناصر اور اعلی انسانی واخلاقی قدروں کی گرفت اگر کمزور ہوئی تو انسانیت اسی عمیق خندق میں جا گرے گی جس سے اسلام نے اسے بچایا تھا، اور یہ معاشرہ ایک جنگلی معاشرہ کی شکل اختیار کر جائے گا، اس وقت اور خاص طور سے اسلام کے خلاف جو تحریک یورپ سے سرگرمی سے جاری ہے اور اخلاقی قدروں سے بغاوت اور خیر وشر کے درمیان تمیز کی مخالفت جس قوت سے کی جا رہی ہے، وہ انسانیت کے مستقبل کے لئے خطرناک ہی نہیں؛ بلکہ خودکشی کے مرادف ہے۔

تہذیب وتمدن محض علوم وفنون اور چند مخصوص افکار ونظریات کا نام نہیں، تہذیب وتمدن کا اطلاق ایک مربوط نظام حیات اور جامع وہمہ گیر فلسفۂ زندگی پر ہوتا ہے جن کی بنیاد چند اصولوں پر ہوتی ہے، مہذب اور غیر مہذب کے درمیان فرق صرف یہی ہے کہ مہذب شخص کے پاس زندگی بسر کرنے کے اصول وضوابط اور ایک خاص ضابطۂ حیات ہوتا ہے، جس کی روشنی میں وہ اپنے مراحل زندگی طے کرتا ہے، رہا غیر مہذب تو وہ اس دستور حیات سے عاری اور ان اصول وقوانین سے محروم ہوتا ہے، وہ خواہشات نفس کا غلام ہوتا ہے، موجودہ تمدن کا رجحان دین واخلاق سے آزاد ہونے کی دعوت پر قائم ہے، اس سے انسان کے اندر نفسانی خواہشات، آوارگی اور بے حیائی کے جذبات ابھر رہے ہیں اور ان میں مزید شدت پیدا ہو سکتی ہے، اس طرح موجودہ تمدن حیوانی زندگی کی شکل اختیار کر لے گا، اس تمدن کے قبول کرنے والے اور اس سے متاثر ہونے والوں کی زندگی، درندوں، بھیڑیوں اور جنگلی جانوروں سے ذرا بھی مختلف نہیں ہوگی، بلکہ خود مغرب کے بعض تجزیہ نگاروں کے مطابق انسان خوبصورت لباس میں بھیڑیے کی مانند ہو جائے گا۔

یورپ میں انسان دوستی، حسن سلوک اور شریفانہ جذبات واخلاق کا نام ونشان نہیں، جیسا کہ مغربی مفکرین کارل الیکسس اور بوکنان نے اشارہ کیا ہے، وہ نہایت قوت اور شدومد کے ساتھ موجودہ دنیا کا نقشہ تبدیل کرنے پر اپنی تمام تر توجہات اور اسباب ووسائل صرف کر رہا ہے۔ اس کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ دین واخلاق کا تصور ہی ذہنوں سے نکل جائے، اس کے لیے کانفرنسیں اور سیمینار منعقد کیے جا رہے ہیں اور اس کی تربیت کا نظام قائم کیا جا رہا ہے۔

اسلام ایک مکمل اور ہمہ گیر ضابطۂ حیات ہے

سطور بالا سے یہ بات ظاہر ہو چکی ہے کہ تہذیب جدید بلکہ مغرب کی مادی اور صنعتی تہذیب انسانیت کے لیے سب سے بڑا خطرہ ہے اور وہ خود روبہ زوال ہے، اس تہذیب نے جو کچھ انسانیت کو دیا ہے، وہ ہے اعصابی جنون، نفسیاتی امراض، شذوذ، جرائم، ضعف عقل، ضعف جسمانی، اعصابی اور نفسیاتی قوت برداشت کی کمی، انانیت وسرکشی، غرور وگھمنڈ، زر پرستی، زن پرستی، مادہ پرستی، جنسی انارکی، اخلاقی بے راہ روی، روحانی اور انسانی اقدار وروایات کا خون، مقدس رشتوں کی پامالی، خاندانی وگھریلو انتشار وتشدد، ملکی بدامنی وخلفشار اور انتہا پسندی۔

مغرب کی مادہ پرست تہذیب کی لائی ہوئی تباہی وبربادی اور خرابی کا علاج صرف اور صرف اسلامی نظام حیات اور اسلامی تمدن میں ہے، اس لیے کہ اسلام محض ایک عقیدہ کا نام نہیں ہے، اور نہ وہ محض چند مذہبی اعمال اور رسموں کا نام ہے، بلکہ انسان کی پوری زندگی کا مکمل ضابطۂ حیات کا نام ہے، اس میں عقائد، عبادات، معاملات، اخلاقیات، سیاسیات اور عملی زندگی کے اصول وقواعد الگ الگ چیزیں نہیں ہیں، بلکہ سب مل کر ایک ناقابل تقسیم مجموعہ بناتے ہیں، جس کے اجزاء کا باہمی ربط بالکل ویسا ہے جیسا کہ زندہ جسم کے اعضاء میں ہوتا ہے۔ اسلام میں ہر زمان ومکان کے ساتھ چلنے اور ہر دور میں قافلۂ انسانی کی رہبری کی بھرپور صلاحیت موجود ہے، اور اس میں عقیدہ اور تہذیب کی عالمی وحدت کا عنصر غالب ہے۔

ہملٹن گب (Hamilton A.R. Gibb) لکھتا ہے:

''اسلام ایک تصور ہے جو ایک مربوط لیکن مختلف سیاسی، معاشرتی اور مذہبی اجتماعیت کا شکل میں ظاہر ہوا ہے، اور اس نے مختلف خطوں اور ادوار میں، مقامی، جغرافیائی، سماجی اور سیاسی قوتوں سے اثر پذیر ہو کر مختلف خصوصیات کا اظہار کیا ہے، مثال کے طور پر شمال مغربی افریقہ اور عہد وسطی کے اسپین کا مغربی ایشیا میں اسلام کے مرکز سے گہرا تعلق تھا، ان کی تہذیب اسی مرکزی تہذیب کی ایک شاخ تھی، لیکن انہوں نے کئی امتیازی خصوصیات پیدا کیں جنہوں نے مغربی ایشیا پر بھی اثر ڈالا، دوسرے بڑے اور خود کفیل خطوں، مثلاً تحتی بر اعظم ہند، انڈونیشیا اور جنوبی روس کے صحرائی علاقوں سے لے کر چین کی سرحدوں تک متوازی عوامل نے اسی طرح امتیازی خصوصیات پیدا کیں، لیکن ان سب نے اور ان میں سے ہر ایک نے آسانی سے قابل شناخت اسلامی رنگ برقرار رکھا''۔[تہذیب و تمدن پر اسلام کے اثرات واحسانات، از: مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی، ص/۱۳۲]

ولفرڈ کانتویل اسمتھ (Wilfred Cantwell Smith) لکھتا ہے:

''مسلمانوں کی کامیابی ان کے مذہب کی داخلی کامیابی ہے، وہ صرف میدان جنگ میں فاتح نہیں ہوئے اور انہوں نے زندگی کے مختلف شعبوں پر ہی اثر نہیں ڈالا؛ بلکہ مقابلۃً مختصر عرصہ میں انہوں نے زندگی کو ایک ایسی مجموعی شکل دینے میں کامیابی حاصل کی جسے تمدن کہتے ہیں، اسلامی تہذیب کی تشکیل میں مختلف عوامل جیسے عرب، یونان، شرق اوسط کی سامی تہذیب، ساسانی ایران اور ہندوستانی عناصر نے حصہ لیا، مسلمانوں کا کارنامہ یہ تھا کہ انہوں نے ان سب عناصر کو ہم جنس طریقۂ زندگی میں متحد کر دیا اور اسے مزید ترقی دی، یہ اسلام تھا جس نے اس کی تکمیل کی اور اسے باقی رکھنے کی قوت فراہم کی، زندگی کے ہر رخ کو اس نے اسلامی شکل دی خواہ اس کے ترکیبی عناصر کی ماہیت کچھ بھی رہی ہو۔

اسلامی طرز زندگی نے معاشرہ کو وحدت وقوت عطا کی، متحد رکھنے والی اس قوت میں مذہبی قانون کو مرکزی مقام حاصل تھا، اس نے اپنی طاقتور اور متعین دھارے کے ذریعہ رسوم وعبادات سے لے کر ملکیت تک ہر چیز کو منضبط کر دیا، شرعی قانون نے اسلامی معاشرہ کو قرطبہ سے ملتان تک وحدت عطا کی، اس نے مسلم افراد کو بھی وحدت عطا کی اور اس کی زندگی کے سبھی اعمال کو ملکوتی رنگ دے کر بامعنی بنا دیا، معاشرہ کو تسلسل دے کر اس نے زمانہ کو بھی وحدت بخشی، سلاطین کا سلسلہ آتا اور جاتا رہا لیکن ان کی حیثیت ربانی احکام کے مطابق کرۂ ارضی پر عمرانی زندگی کی تشکیل کی مسلسل کوشش میں محض ضمنی رہی''۔[ایضاً ص۱۳۳، Islam in Modern History, New York 1957, p:36-37]۔

اسلام صرف روحانی نشاط کا نام نہیں، بلکہ اسلام تو ساری زندگی کو اپنی رزم گاہ بناتا ہے، وہ زندگی کی ہر صورت اور ہر رنگ میں جلوہ گر ہوتا ہے، اسلام زندگی کے حدود متعین کر دیتا ہے، جس میں وہ گردش کرتی ہے، اسلام کو اپنا محور بنائے رکھتی ہے، عقل وسائنس، صنعت وحرفت، اقتصاد وسیاست، نماز ودعا اور خدا سے ربط وضبط۔ غرض انسانی زندگی کے تمام پہلو اسی محور کے گرد اور انہی حدود کے پابند رہتے ہیں، اسلام مذہب کو ساری زندگی کا ضابطہ قرار دیتا ہے اور بتاتا ہے کہ یہ ضابطہ اللہ تعالی کا متعین کردہ ہے اور اللہ تعالی کی رضا وخوشنودی یہی ہے کہ اس قانون کے مطابق زندگی گزاری جائے۔[تفصیل کے لیے ملاحظہ کریں: الاسلام ومشكلات الحضارة، از: سید قطب شہید]۔

اسلام ہی وہ راستہ دکھاتا ہے کہ جس پر چل کر انسان کو نجات مل سکتی ہے، سویڈن کے پادری ''ہانس لینڈ ہولم'' نے کویت سے نکلنے والے عربی مجلہ ''المجتمع'' کے ساتھ اپنے ایک انٹرویو میں کہا ہے کہ دنیائے انسانیت میں امن وآشتی صرف آسمانی شریعت ہی پر عمل سے قائم ہو سکتا ہے اور وہ ہے اسلامی شریعت''۔[شمارہ نمبر:۱۷۶۵، ۱۸/۸/۲۰۰۷ء]

(Lejournal Desfinances) کے ایڈیٹر ''رولان لاسکن'' نے لکھا ہے کہ معاشی بحران پر قابو پانے کے لیے اسلامی شریعت کے نفاذ کی ضرورت ہے، اس لیے کہ اسلام کا اقتصادی نظام ہی اس مشکل پر قابو پا سکتا ہے۔

اٹلی کی ریسرچ اسکالر ''لوریٹا بالبیونی'' کا کہنا ہے کہ اسلام کا اقتصادی نظام ہی دنیا میں سب سے زیادہ طاقت ور اور مفید ہے، اور اسلام کا بینکنگ نظام ہی یورپ کو اقتصادی دیوالیہ سے باہر نکال سکتا ہے، اور اسی کی رہنمائی میں دنیا میں پائے جانے والے معاشی بحران کو کنٹرول کیا جا سکتا ہے۔

فرانس کے ماہر اقتصادیات نوبل ایوارڈ یافتہ ''موریس آلی'' نے لکھا ہے کہ اسلام کا نظام زکوۃ ومعاش ہی دنیا میں معاشی ناہمواری کو ختم کر سکتا ہے، اس کے علاوہ کوئی اور نظام یہ رول ادا نہیں کر سکتا۔

فرانسیسی اخبار (Challenges) نے لکھا کہ موجودہ بحران سے نکلنے کے لیے ہمیں انجیل کے بجائے قرآن کے مطالعہ کی زیادہ ضرورت ہے، تاکہ معاشی بحران کے حقیقی اسباب کو سمجھ سکیں، اگر ہمارے ماہرین اقتصادیات اور بینک قرآنی تعلیمات کو پڑھتے، سمجھتے اور برتتے تو ہم معاشی بحران اور دیگر انسانی سانحوں سے دوچار نہ ہوتے۔

[المجتمع، شمارہ نمبر۱۸۲۲، ۱۱/۱۰/۲۰۰۸ء]

اسلامی تہذیب اور اس کی خصوصیات

اسلام صرف عقیدہ ہی کی دعوت نہیں دیتا، بلکہ وہ تہذیب وتمدن اور ایک نئے طرز حیات کا بانی ہے جو ربانی تہذیب کہلانے کی مستحق ہے، اس تہذیب کے کچھ مخصوص اصول وارکان اور شعائر وعلامات ہیں جن کے ذریعہ وہ دوسری تہذیبوں اور جاہلی تمدنوں سے ممتاز ہو جاتی ہے، یہ امتیاز روح اور اصل واساس میں بھی نمایاں ہوتا ہے اور تفصیلات ومظاہر میں بھی۔

اس خدا پرست ربانی (اسلامی) تہذیب کے بانی وامام حضرت ابراہیم خلیل اللہ تھے، اس کی بنیادیں خدا کی توحید، اس پر ایمان اور اس کے ذکر، فطرت مستقیم اور قلب سلیم، اللہ تعالی کے لحاظ وتقوی، نوع انسانی پر رحم اور ذوق سلیم پر رکھی گئی ہیں۔

ابراہیمی اخلاق وطرز حیات اس تہذیب کے رگ وپے میں سرایت کیے ہوئے ہیں، جس کے بارے میں کہا گیا ہے: ﴿إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَحَلِيمٌ أَوَّاهٌ مُنِيبٌ﴾ ابراہیم بڑا شریف وحلیم، نرم دل اور خدا سے رجوع کرنے والا تھا۔[سورہ ہود:۷۵] ﴿إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ﴾ ابراہیم یقیناً بڑا نرم دل اور بڑا شریف اور بردبار تھا۔[سورہ توبہ:۱۱۴]

حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک طرف اس تہذیب کے بانی ومؤسس تھے، اور دوسری طرف جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو ان کے نسلی وارث بھی تھے اس تہذیب کے مجدد اور مکمل تھے، جنہوں نے اس تہذیب میں از سر نو جان ڈال دی، اور اس میں بقائے دوام کا رنگ پیدا کر دیا ہے، اور اس کے اصول وارکان اس طرح مضبوط کیے کہ اسے ایک دائمی اور عالمگیر تہذیب کی شکل دے گئے۔

یہ ابراہیمی محمدی (اسلامی) تہذیب شرک وبت پرستی سے قطعاً ناآشنا ہے اور اسے کسی رنگ میں اور کسی مقام اور زمانے میں اپنانے کے لیے تیار نہیں، چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک بڑی دعا اور ان کی آرزو یہ تھی کہ ''وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ'' [سورہ ابراہیم:۳۵] اور اے خدا مجھے اور میری اولاد کو اس سے بچا کہ ہم بتوں کو پوجنے لگیں اور ان کی خاص وصیت اور امتوں اور افراد کو یہ دعوت تھی کہ ''فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ، حُنَفَاءَ لِلَّهِ غَيْرَ مُشْرِكِينَ بِهِ'' [سورہ حج:۳۰-۳۱] گندگی یعنی بتوں سے بچتے رہو اور جھوٹ کہنے سے بچو، خدا کے لئے خالص ومخلص ہو کر اور اس کے ساتھ کسی کو شریک کیے بغیر۔

یہ تہذیب حظ النفس اور خواہشات نفسانی پر ٹوٹ کر گرنے، دنیا کی حقیر وبے مایہ سامان پر رجھنے اور مادہ کے مردار پر کتوں کی طرح غرانے اور جھگڑنے اور عہدوں اور حکومتوں کے لئے لڑنے مرنے کا نام نہیں جانتی، یہ تو وہ دعوت ہے جس کا عقیدہ یہ ہے کہ ''تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ'' [سورہ قصص:۸۳] یہ آخرت کا گھر ہے جسے ہم ان ہی کو دیتے ہیں جو زمین میں بڑا بننے کی کوشش نہیں کرتے اور نہ فساد مچاتے ہیں اور انجام بخیر تو متقیوں کا ہی ہوتا ہے، یہ تہذیب انسان انسان میں فرق کرنا نہیں جانتی اور نہ رنگ ونسل و وطن کا بھید بھاؤ پیدا کرتی ہے۔

فالناس كلهم من آدم وآدم من تراب لا فضل لعربي على عجمي ولا لعجمي على عربي إلا بالتقوى ''يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ'' [سورۃ الحجرات:۱۳]۔

سب لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنے تھے، عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر فضیلت نہیں؛ مگر تقوی کے لحاظ سے، اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد وعورت سے پیدا کیا اور تمہیں گروہوں اور قبیلوں میں بانٹ دیا کہ ایک دوسرے کو پہچانو، تم میں سے خدا کے نزدیک معزز تم میں کا متقی شخص ہے۔

اور خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ليس منا من دعا إلى عصبية وليس منا من قاتل على عصبية وليس منا من مات على عصبية'' [أبو داؤد]

وہ ہم میں سے نہیں جس نے جاہلی جتھا بندی کی دعوت دی، اور جو جاہلی جتھا بندی کے لئے لڑا اور جاہلی جتھا بندی کے پیچھے مرا۔

اور انصار ومہاجرین کی دہائی دینے والوں کو سرزنش فرمائی۔

دعوها فإنها منتنة۔ (بخاری)

اس تہذیب کو ترک کر دو یہ گندگی اور مردار ہے۔

یہ وہ تہذیب ہے جس کا شعار اور طغرائے امتیاز عقائد کے دائرے میں توحید، معاشرت کے میدان میں مساوات انسانی اور احترام آدمیت، اخلاق کے بارے میں خدا کا خوف، اس سے حیا اور تواضع وانکساری ہے، میدان عمل میں آخرت کی جدوجہد اور اللہ کے راستہ میں جہاد، میدان جنگ میں رحم کا جذبہ اور حدود کی پابندی اس کی خصوصیت ہے، یہ تہذیب حکومت کے طور وطریق اور نظم ونسق میں مالی مفاد پر دینی مفاد کو، تحصیل وصول اور اضافۂ آمدنی پر ہدایت کو، نفع اٹھانے سے زیادہ نفع پہنچانے، خدمت لینے سے زیادہ خدمت کرنے کے وصول کو ترجیح دیتی ہے، یہ تہذیب تاریخ میں اپنی مخلصانہ انسانی خدمت اور

انسانیت کو جاہلیت کے چنگل اور سرکش اور گمراہ دعوتوں سے نجات دلانے اور صفحۂ عالم پر اپنے دلکش یادگاروں اور اپنی پھیلائی ہوئی برکتوں کے لیے نیک نام اور زندۂ جاوید ہے۔

یہ تہذیب اللہ کے نام اور اس کے ذکر وفکر کے خمیر سے تیار ہوئی ہے، اور خدائی رنگ میں رنگی ہوئی ہے، اور ایمان کی بنیادوں پر تعمیر ہوئی ہے، اس لئے اسے اس کے دینی رنگ سے جدا کرنا کسی طرح ممکن نہیں اور نہ ربانی رنگ اور ایمانی آہنگ سے اس کی علیحدگی ممکن ہے۔[منصب نبوت اور اس کے عالی مقام حاملین، از: مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ ص/۱۳۶-۱۴۱]۔

اسلام کی ایک امتیازی خصوصیت تہذیبی وحدت ہے، جو بڑی حد تک احکام شرعیہ اور اخلاقی تعلیمات کی بنیاد پر (معیاروں اور ان پر عمل کی نوعیت کے اختلاف کے باوجود) قائم ہے، اس اختلاف سے مفر نہیں جو اسلام لانے والی قوموں، ملکوں، زمانوں اور حکومتوں کے اختلاف کا نتیجہ ہے، مگر اسلامی تہذیب اپنی ایک مخصوص چھاپ رکھتی ہے اور عقیدہ میں توحید، معاشرت میں احترام انسانیت اور مساوات، اخلاق اور طرز عمل کے معاملہ میں دوسری تہذیبوں کے مقابلہ میں خوف خدا، حیاء اور تواضع رکھتی ہے، اسی طرح عمل کے میدان میں سعی آخرت اور اللہ کے لئے جہاد، میدان جنگ میں (دوسری معاصر مادی تہذیبوں کے بالمقابل) رحمت ومروت اور انفرادی وخانگی زندگی میں "طہارت" کی ممتاز علامت رکھتی ہے، اور جو اس نظافت اور صفائی سے بلند تر اور الگ حقیقت ہے جو ترقی یافتہ اور صالح تہذیبوں میں مشترک ہے۔

اسلامی تہذیب کا ضمیر وخمیر

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ لکھتے ہیں:

"اسلامی تہذیب ایسی تہذیب ہے جس کا ضمیر وخمیر اللہ تعالیٰ کا اسم گرامی اور اس کا یقین وایمان ہے، وہ خدائی رنگ میں رنگی ہوئی ہے، اور ایمان واذعان کی بنیادوں پر قائم ہے، اس لیے اس کو دینی رنگ اور ربانی آہنگ اور ایمانی روح سے الگ کرنا ممکن نہیں، اور اس پر جب بھی قومی عصبیت، جاہلی حمیت، نسلی کشمکش، مادی ہوس، اخلاقی زوال یا معاشرتی انارکی طاری ہوئی ہے تو وہ عارضی طور پر، یا خارجی اثرات، یا اس ماحول ومعاشرہ کی دین رہی ہے جس سے کوئی اسلامی عنصر نکلا ہے، یا اس میں اسلامی ثقافت سے عدم تاثر واستفادہ اور قرآن کریم اور حدیث نبوی اور اسلامی کے اولین واساسی مصادر سے عدم اشتغال کو دخل رہا ہے"۔[تہذیب وتمدن پر اسلام کے اثرات واحسانات، ص:۳۴]۔

اسلامی تمدن اور مغربی تمدن میں فرق

اسلامی تہذیب خالق کائنات، اس کی ربوبیت، الوہیت، خلاقیت، رزاقیت اور اس کے شریعت وقانون کی قائل اور داعی ہے، جبکہ مغربی تہذیب ان سب مسلمات کی باغی اور منکر ہے اور مادیت کی پرستار، نفس کی غلام اور ربوبیت کی دعویدار ہے، اسلامی تہذیب وتمدن کی رو سے انسان رب العالمین اور خالق کائنات کی مخلوق، روئے زمین پر اس کا نائب اور مسجود ملائکہ ہے، اور مغربی تمدن میں انسان جانور کی ترقی یافتہ شکل ہے، اسلامی تمدن میں دنیاوی زندگی عارضی اور دارالامتحان ہے اور اصل اخروی زندگی ہے جو دائمی ہوگی، اور مغربی تمدن میں دنیاوی زندگی ہی سب کچھ ہے اور اخروی زندگی کا کوئی تصور نہیں، اسلامی تمدن میں عبادات کا پورا نظام طہارت سے مربوط ہے اور مغربی تمدن زیادہ سے زیادہ نظافت کے مفہوم سے آشنا ہے، اسلامی تمدن عفت نظر، عفت قلب اور عفت خیال کا قائل اور داعی ہے، مغربی تمدن صرف قانونی اور زیادہ سے زیادہ عرفی حدود کا احترام کرتا ہے اور اگر عرف، ماحول اور متعلق فریق کو اس پر اعتراض نہیں ہے تو اس کے نزدیک کوئی فعل غیر مستحسن اور غیر عفیفانہ نہیں، اسلامی تمدن حجاب وتستر کا حامی ہے اور وہ شریعت کی دی ہوئی اجازتوں اور استثناؤں کے دائرہ کے اندر شدت سے اس کا پابند ہے، مغربی تمدن حجاب وتستر کے ابتدائی حدود ومفہوم سے بھی ناآشنا ہو چکا ہے اور اس نے اپنے آغاز سفر میں ہی اس کے خلاف علم بغاوت بلند کیا، اسلامی تمدن مردوزن کے آزادانہ اختلاط کا مخالف ہے اور اس کو معاشرہ کے لیے مضر اور بہت سی اخلاقی خرابیوں کا موجب سمجھتا ہے، مغربی تمدن اس کو زندگی کی بنیاد اور ایک بدیہی حقیقت سمجھتا ہے۔ [دستور حیات، از: حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ، ص/۲۰۹]۔

ان اصولی اختلافات کے علاوہ دیگر معاملات اور بہت سی جزئیات میں دونوں کے موقف اور نقطۂ نظر نہ صرف مختلف بلکہ متضاد ہیں۔اسی وجہ سے مغربی تمدن اختیار کرکے اسلام کے نظام طہارت وعفت، تستر وحیا، سادگی واعتدال، سنت اور نبوی اسوہ کے راستہ پر باقی نہیں رہا جاسکتا۔صرف مستقل طور پر مغربی تمدن اختیار کرلینے ہی سے یہ دشواریاں پیدا نہیں ہوتیں، عارضی طور پر بھی مغربی زندگی اور ماحول میں تھوڑا سا وقت گذارنے کی حالت میں بھی یہ سب دشواریاں پیش آتی ہیں۔

(جاری)

☆☆☆☆☆

خبر ونظر

عالم اسلام

جاوید اختر ندوی

یہودی اور عیسائی عبادت خانے مساجد میں تبدیل، مساجد کی تعداد میں حیرت انگیز اضافہ اور جرمنی میں یورپ کی سب سے بڑی مسجد تعمیر

اسلام ہی ایک ایسا واحد مذہب ہے جو انسانی فطرت کے عین مطابق ہے، اس نے عبادت کے طریقے بھی اپنے ماننے والوں کو وہ بتائے ہیں جو انسان کے دلوں کی آواز ہیں، ان عبادتوں کی انجام دہی میں بندے کو قلبی سکون اور دلی راحت محسوس ہوتی ہے، یہاں نہ تالیاں بجائی جاتی ہیں اور نہ ہی گانے باجے ہوتے ہیں، بلکہ بندہ انتہائی عاجزی اور غیر معمولی انکساری کے ساتھ اپنے مالک وخالق کے حضور اظہار عجز ونیاز کرتا ہے اور اس سے سرگوشی کرتے ہوئے اپنے دل کی بات کہتا ہے اور خالق کائنات کی شکر گذاری اور احسان مندی کا مجسم پیکر بن جاتا ہے، یہ جگہیں مساجد کہلاتی ہیں۔

ہر مسلم محلہ میں سب سے پہلے وہاں کے باشندے مسجد کی تعمیر کے سلسلہ میں سوچتے ہیں، اگر بروقت اس کی گنجائش نہ ہو تو کسی ہال یا کسی مخصوص جگہ کو عبادت کے لیے خاص کرلیتے ہیں۔

اس کے برخلاف دوسرے مذاہب میں عبادت کی یہ شکل نہیں ہے، وہاں بندہ آزاد ہے جب دل چاہا، عبادت کرلیا اور جس طرح چاہا، انجام دے لیا، آج ان مذاہب میں جو بھی عبادت کی شکلیں اور اوقات پائے جاتے ہیں وہ سب ان کے مذہبی رہنماؤں کے خود ایجاد کردہ ہیں، ان میں کوئی بھی شکل اپنی اصلی حالت میں باقی نہیں ہے، اور ظاہری بات ہے کہ بندہ اپنی عقل سے کتنا سوچ سکتا ہے، اس کا معیار فکر کیا ہے؟ وہ ہزار درجہ بھی کوشش کرلے، وہاں تک نہیں پہونچ سکتا جہاں تک اس کے پیدا کرنے والے نے ہر طبقہ انسانی کی رعایت کی ہے، اس لیے جب ان مذاہب کے ماننے والوں میں سے کوئی شخص اسلام کے طریقہ عبادت اور اس کی شکلوں اور اس کے اوقات پر غور کرتا ہے تو اس کا دل کشاں کشاں اس کی طرف چلا آتا ہے اور اپنے کو روک نہیں پاتا۔

ادھر مسلسل خبریں آرہی ہیں کہ وہ ممالک جہاں اسلام کے ماننے والے تھوڑے تھے، اور ان کی تعداد انگلیوں پر گنی جاسکتی تھی، اب صرف دس بارہ برسوں کے عرصے میں ان کی تعداد اس قدر بڑھ گئی ہے کہ بعض ممالک میں وہ ان کی تعداد دوسرے نمبر پر آگئی ہے اور بعض ممالک صحیح تعداد ظاہر نہیں کرتے، اس کی وجہ سے وہاں ان کو سارے مذہبی اور دینی حقوق نہیں مل رہے ہیں، اور وہ اس کا مطالبہ اور احتجاج کررہے ہیں۔

اسلام میں نماز ایک ایسی عبادت ہے جو سب سے زیادہ اہمیت کی حامل ہے، یہ کسی بھی مسلمان سے ساقط نہیں، وہ جہاں بھی رہے، زندگی کے جس پیشے سے متعلق ہو، اس کے ذمہ نماز کی ادائیگی واجب ہے، اس کی وجہ سے جب یوروپین ممالک میں مسلمانوں کی تعداد میں حیرت انگیز اضافہ ہوا تو وہاں کے لوگوں سے نمازوں کی ادائیگی کے لیے مسلمانوں نے زمینیں خریدنی اور مساجد تعمیر کرنی شروع کیں، اور تعجب کی بات یہ ہے کہ اس کے لیے انہوں نے دیگر مذاہب کے پیروکاروں سے زمینیں خریدیں، اور اس سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ دوسرے مذاہب کے معابد اپنے عقیدت مندوں کی کمی یا نہ آنے کی وجہ سے خالی اور ویران پڑے تھے، ان کو بھی مسلمانوں نے خریدا اور وہاں جہاں اللہ کے ساتھ شرک اور اس کے رسول کی تعلیمات کی نافرمانی ہوتی تھی، یکایک اسلام کا کلمہ بلند ہونے لگا اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت دی جانے لگی۔

عالمی حالات پر نظر رکھنے والے جانتے ہیں کہ مغربی ممالک میں زیادہ تر کا رویہ کھلم کھلا اسلام دشمنی کا ہے اور وہ اسلام اور اس کے شعائر کو بالکل پسند نہیں کرتے، لیکن جب اسلام کا سورج وہاں کی سرزمینوں پر روشن ہوا تو اسلام کے ازلی اور سخت سے سخت دشمن بھی اس کی روشنی کو چھپا نہیں سکے، اور اس کی کرنوں سے علاقوں کے علاقے فیضیاب ہوگئے اور اسلام کے سایے تلے آگئے۔

مسلمانوں کی اس روز افزوں تعداد کے پیش نظر شاپنگ مال اور ایئرپورٹوں پر بھی نماز کے لیے ہال اور مستقل جگہیں خاص کی گئیں اور ان کو عبادت کے لیے مکمل موقع فراہم کیا گیا، ان ممالک میں اب مسلمان بڑی تیزی کے ساتھ مساجد تعمیر کررہے ہیں، اور اسلام کی تعلیمات پر مکمل طور پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کررہے ہیں۔

آذربائیجان میں آٹھ سال کے اندر مساجد کی

تعداد میں کس قدر اضافہ ہوا، اس کا اندازہ ذیل کی رپورٹ سے ہوگا۔

آذربائیجان کی حکومتی رپورٹ کے مطابق گزشتہ آٹھ سال میں ملک میں ۱۱۷ مساجد کی تعمیر عمل میں لائی گئی، نیز ایک چرچ اور ایک یہودی معبد بھی تعمیر کیا گیا، علاوہ ازیں قدیم مساجد کی ایک بڑی تعداد کی مرمت وتزئین کی گئی جن میں ۴ چرچ اور دو یہودی معبد بھی شامل ہیں۔

رپورٹ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ گزشتہ ۸ سالوں میں ۱۷۵ دینی جماعتوں کو رجسٹرڈ کیا گیا جن میں ۱۵۱ اسلامی جماعتیں ہیں، باقی دیگر ادیان سے تعلق رکھنے والی ہیں، اس طرح دینی اسلامی کتابیں ہزاروں کی تعداد میں ملک میں منگوائی گئیں، جب کہ صرف ۵۱ کتابوں کو ملک میں لانے پر پابندی لگائی گئی جو کہ تشدد اور انتہاء پسندی کو ابھارنے والی تھیں۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان ممالک میں کس قدر تیزی کے ساتھ اسلام اور اسلامی تعلیمات سے لوگوں کی دلچسپی میں اضافہ ہو رہا ہے، اور یہ سارے باتیں اس کی طرف واضح اشارہ کرتی ہیں کہ اسلام کو جس قدر دبایا جائے ان شاء اللہ وہ اسی قدر لوگوں کے دلوں کو اسیر کرے گا اور اسی تعداد میں لوگ اسلام کے جھنڈے تلے جمع ہوں گے۔

دوسری مثال جرمنی کی ہے، عربی اخبارات نے لکھا ہے کہ اس ملک میں یورپ کی سب سے بڑی مسجد تعمیر ہونے جارہی ہے، ایک وقت تھا کہ یہاں اسلام کا نام لینا جرم تھا پھر اسلامی لہر چلی اور اس کی باد بہاری نے سینکڑوں دلوں کو فتح کر لیا اور پھر آہستہ آہستہ اسلام کے پیروکاروں کی تعداد میں حیرت انگیز اضافہ ہوا اور انہوں اسلام ودعوتی مراکز قائم کیے اور آج وہاں کی سرزمین پر یورپ کی سب سے بڑی مسجد تعمیر ہونے جارہی ہے۔

ایک اطلاع کے مطابق جرمنی کے شہر کولون میں ترکی کی ایک بڑی فرم یورپ کی سب سے عظیم مسجد کی تعمیر کا آغاز کر رہی ہے جس پر ۳۴ ملین یورو کی لاگت آئے گی۔

اس فرم کا کہنا ہے کہ مذکورہ مسجد کی تعمیر کا آغاز پچھلے سال کیا جا چکا تھا مگر بجٹ میں بے پناہ اضافہ کی وجہ سے اس کی تکمیل میں تاخیر ہوتی رہی۔

مسجد کمیٹی کے چیئرمین کے مطابق اس مسجد کی تعمیر میں جرمنی کے ۴ ملین مسلمانوں کا ہمیں تعاون حاصل ہے اور ان شاء اللہ اس کی تکمیل کے بعد بیک وقت اس میں ۲ ہزار مسلمان نماز ادا کر سکیں گے، اس شہر کے میئر نے بھی اس مسجد کو ترکی کی شناخت اور شہرت کے لیے ایک اہم عامل قرار دیا۔

واضح رہے کہ جرمنی میں اس وقت ۴ ملین سے زائد مسلمان آباد ہیں، جن کی اکثریت، بوسنیا، کوسووا، الجیریا، مراکش، مصر، تیونس، عراق اور یمن سے تعلق رکھتی ہے نیز ہر سال مسلمانوں کی تعداد میں تقریباً ۲ لاکھ کا اضافہ ہو رہا ہے، اس تعداد کے پیش نظر یہاں کی مسلم قیادت نے تمام مسلمانوں سے اس مطالبہ پر دستخط لینے کی مہم شروع کر رکھی ہے کہ جرمنی میں اسلام کو عیسائیت کے بعد دوسرے بڑے دین کے طور پر قانونی حیثیت دی جائے۔

یہ اور بات ہے کہ حکومت کی طرف سے مسلمانوں کو ان ممالک میں بعض قانونی پیچیدگیاں بھی پیش آرہی ہیں، جن کو حل کرنے کے لیے وہاں کے ہوشمند اور اہل فکر ونظر لگے ہوئے ہیں، ان شاء اللہ ان میں بھی ان کو فتح حاصل ہوگی اور کامیاب وسرخرو ہوں گے۔

یہی حال ترکی کا بھی ہے، یہاں دس سالوں میں ۱۷ ہزار مسجدیں تعمیر ہو چکی ہیں، وزیر اعظم طیب اردگان کی زیر قیادت گزشتہ دس سالوں میں ترکی میں ۱۷ ہزار جدید مساجد کی جا چکی ہیں اور اب سارے ملک میں مساجد کی تعداد ۹۳ ہزار ہو چکی ہے جبکہ ترکی کی ساری آبادی ۸۰ ملین افراد پر مشتمل ہے۔

ملک کی عوام میں بڑھتا ہوا یہ دینی رجحان اور دینی سرگرمیوں میں اضافہ اپوزیشن لادینی جماعتوں کے لیے سوہان روح بنتا جا رہا ہے، یہ لادینی جماعتیں ترکی سے ہر اس نشان کو ختم کرنے پر تلی ہوئی تھیں، اور اب بھی ہیں جن سے اسلامیت جھلکتی ہو مگر ان کی تمام کوششوں کے علی الرغم ترکی دوبارہ لادینیت سے دین کی شاہراہ پر تیزی سے گامزن ہے، چنانچہ چند ماہ پیشتر ترکی کی تمام یونیورسٹیز اور کالجز میں حجاب پہننے پر عائد پابندی بھی مکمل ختم کی جا چکی ہے۔

واضح رہے کہ وزیر اعظم اردگان نے گزشتہ دنوں ترکی میں ایسی مسجد کی تعمیر کا اعلان کیا ہے جس کا مینارہ سب سے طویل ہوگا اور جو اپنی وسعت کے اعتبار سے استنبول کی سب سے بڑی مسجد ہوگی۔

مساجد اسلامی شناخت اور مسلمانوں کی عبادت گاہیں اور اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں، اس لیے وہاں کے مسلمان ان کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، دنیا میں جہاں کہیں مسلمان مظلوم اور مقہور ہیں، رب کریم ہر طرح سے ان کی مدد فرمائے اور دشمنان اسلام کو ذلت وشکست سے دوچار کرے اور مسلمانوں کو دنیا کے چپہ چپہ میں سرخرو اور دین اسلام کا کلمہ بلند اور اس کا شجر سایہ دار رکھے۔

☆☆☆☆☆

ممبئی کے قارئین کی خدمت میں

ممبئی کے قارئین "تعمیر حیات" سے گزارش ہے کہ "تعمیر حیات" کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں، وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔

ALAUDDIN TEA
44, Haji Building S.V. Patel Road
Null Bazar, Mumbai-400003
Tele Add Cupkettle
Ph: 23460220-23468708

پروپرائٹر: ولی اللہ
ولی اللہ جویلرس
WALIULLAH
Jewellers
ALL KINDS OF GOLD, SILVER
& DIAMOND JEWELLERY
Mob. 9415090544, 9936672278
Phone : 0522-2627446 (S)
e-mail : waliullahjewellers@gmail.com
Jutey Wali Gali, Aminabad, Lucknow

MAQBOOL JEWELLERS
مقبول جویلرس
جوتے والی گلی امین آباد
Jutey Wali Gali, Aminabad Lucknow
Mob.: 9956069081-9919089014
Shop No. S-13 Gole Market, Mahanagar Lucknow
Ph: 0522-4000130 (S) - 4001130

ممبئی کے قارئین کی خدمت میں
ممبئی کے قارئین "تعمیر حیات" سے گزارش ہے کہ "تعمیر حیات" کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں، وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔
فردوس کیفے
CAFE FIRDOS
Partly Air Condition
MOGHALAI & CHINESE FOOD
Tel.: 23424781 - 23459921
145, Sarang Street, Crawford Market, Mumbai-400003

Phone: 0522-3056047
ریڈی میڈ مردانہ ملبوسات کا قابل اعتماد مرکز
اعلیٰ کوالٹی، جدید ترین فیشن کے ساتھ
Shirt, Trousers, Coats, Embroidered Sherwanis, Pullowers, Juckets, Kurta-Suits, Night Suits, Gown & Ties
شادی بیاہ، تیوہار اور تقریبات کے لئے شاندار ذخیرہ، تشریف لائیں قابل بھروسہ برانڈ
menmark®
Men's Exclusive
MFG, Wholesale, Export & Retail
58, Halwasia Market, Hazratganj, Lucknow-226001

Mohd. Zubair
Mohd. Salman
0522-2618629
09415028247
09919091462
Sahara
FOOTWEAR
wholesale
35, Amethi House, Near Post Office, Aminabad, Lucknow-18

Despatch Date, 10-12 / 25-27
Vol. No. 50 Issue No.10

Fortnightly
TAMEER-E-HAYAT
Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow-07

Ph. Off. : 0522-2740406
Fax : 0522-2741221
E-mail : nadwa@sancharnet.in

25 March, 2013

Booking Open

SAITECH GRACE
An Ideal House You Truly Deserve

2 BHK / 3 BHK & 4BHK
Premium Flats Available
at Affordable Prices

FACILITIES /AMENITIES

24X7 security system, Intercom / EPABX system from Entrance Gate, Power Backup through Generator, Internet connectivity, Pressurized water supply system, High quality single lever bathroom fittings, Open and covered car parking, Children play ground, Jogging / walking track, Gymnasium provision, Automatic high speed lifts, Fire Fighting System, Ample open and covered (stilt and basement) car parking space, Visitor's Parking.

BUILDERS & DEVELOPERS
SAITECH INFRASTRUCTURE PVT. LTD.
MAS COLONISERS (INDIA) PVT. LTD.

Corporate Office
06-F.F., Natraj Complex, 11 B.N. Road, Lalbagh,
Lucknow - 226001
Tele Fax : +91-522-4077160
Mob.: 9838456123, 9450200000,
9450931440, 9415022240
Website : www.saitechbuilders.com
E-mail : saitechinfra@gmail.com
Site Office 485/8, Mohan Meakin Road,Daliganj, Lucknow.

لکھنؤ کے قدیم مشہور و معروف صندل سے تیار کردہ

خوشبودار عطریات

روغنیات، عرقیات، کولر پرفیوم، کار پرفیوم، روم فریشنر، فلور پرفیوم، روح گلاب،
روح کیوڑہ، عرق گلاب، عرق کیوڑہ، اگربتی، ہربل پروڈکٹ

____________ : کی ایک قابل اعتماد دوکان : ____________

ایک مرتبہ تشریف لاکر خدمت کا موقع دیں

تیارکردہ

IZHARSON PERFUMERS اظہارسن پرفیومرس

H.O. : Akbari Gate, Chowk, Lucknow.
Tel.: 0522-2255257 Mobile : +91-9415009102
Branch : C-5 Janpath Market, Hazratganj
Lucknow 226001 U.P. INDIA Cell:91-9415784932
E-mail : izharsonperfumers@yahoo.com

اکبری گیٹ، چوک لکھنؤ
برانچ: C-5، جنپتھ مارکٹ، حضرت گنج

Editor *Shamsul Haq Nadwi*, Printed & Published by *Athar Husain*
On behalf Majlis-e-Sahafat-wa-Nashriyat at Azad Printing Press Mahboob Building Nazirabad, Lko. Ph: 9415100085

Designed By : Future Graphix, Lko. Mobile : 7860632916